# نصرۃ

میگزین

نصرۃ میگزین شمارہ 41

مارچ/اپریل ۲۰۱۸ بمطابق

جمادی الثانی/رجب ۱۴۳۹ ہجری

## عطاء بن خلیل ابو الرشتہ

(امیر حزب التحریر)

تفسیر سورۃ البقرۃ آیت 176-174

## پاکستانی حکمران بظاہر امریکہ سے اتحاد پر پُرزور ملامتیں بھیج رہے ہیں لیکن اندر ہی اندر خاموشی سے۔۔۔

حزب التحریر ولایہ پاکستان کی "امریکا سے اتحاد ختم کرو" مہم

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ہماری کامیابی کا وعدہ

ریاستِ خلافت میں حکمرانی کی کمزوری کے اسباب

شام کے عوام کو تنہا چھوڑ دینے سے اُن کی فتح میں تاخیر

# نصرة میگزین / شمارہ 41

مارچ/اپریل2018بمطابق جمادی الثانی /رجب1439ہجری

## اس شمارے میں


| | | |
|---|---|---|
| خلافت آج اور ابھی کی ضرورت ہے | اداریہ | 1 |
| تفسیر سورۃ البقرۃ 176- 174 | شیخ عطاءبن خلیل ابوالرَشتہ | 2 |
| اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی جانب سے ہماری کامیابی کا وعدہ | مصعب عمیر | 4 |
| سعدِثانی | انجنئیر جمال | 8 |
| پاکستانی حکمران بظاہر امریکہ سے اتحاد پر پُرزور ملامتیں بھیج رہے ہیں | حزب التحریر | 9 |
| ریاستِ خلافت میں حکمرانی کی کمزوری کے اسباب | عثمان عادل | 12 |
| شام کے عوام کو تنہا چھوڑ دینا جابر بشارالاسد کے سامنے اُن کی فتح کو تاخیر میں بدل گیا | بلال المہاجر | 25 |
| مسلم ممالک کی تعلیمی پالیسی | براءۃ المناصرۃ | 27 |
| خامنی کا خطابِ واشنگٹن کے خلاف زبانی جمع خرچ | احمد خطوانی | 30 |
| امت کے بیٹے امریکہ کے زوال کا فائدہ اٹھاتے ہوئے | عبدالمجید بھٹی | 32 |
| اصولِ فقہ کے بارے میں سوالات | سوال وجواب | 34 |
| بٹکوائن اور اِس جیسی کرپٹو کرنسی کی خرید وفروخت | سوال وجواب | 39 |
| ایران اور کُردستان میں ہونے والی سیاسی پیش رفت | سوال وجواب | 41 |
| حزب التحریر ولایہ پاکستان کی "امریکی سے اتحاد ختم کرو" مہم | میڈیا آفس ولایہ پاکستان | 47 |

# اداریہ: خلافت آج اور ابھی کی ضرورت ہے

امریکی اتحاد، امریکہ اور اس کے ماتحتوں پر پڑنے والے شدید دباؤ کی وجہ سے بہت زیادہ تھکاوٹ کا شکار ہے اور اس مقام تک پہنچ گیا ہے کہ یہ مزید دباؤ برداشت نہ کر سکے اور ٹوٹ جائے۔ امریکہ، جو ایک اہم ترین عالمی طاقت ہے، افغانستان کی جنگ کی وجہ سے مالیاتی اور فوجی لحاظ سے تھک چکا ہے جبکہ اس جنگ کی طوالت سوویت روس کی افغانستان میں جنگ سے بھی بڑھ گئی ہے جس نے اس کے ٹوٹنے میں اہم کردار ادا کیا تھا۔ یہ واضح طور پر نظر آرہا ہے کہ امریکی حکام کے پاس اس دلدل سے نکلنے کا کوئی حل موجود نہیں ہے کہ جس میں وہ دھنستا چلا جا رہا ہے۔ لہٰذا ٹرمپ شدید مایوسی کے عالم میں ہاتھ پیر مار رہا ہے اور ایک بار پھر ماضی کے ناکام حل لاگو کر کے اس صورتحال سے نکلنے کی کوشش کر رہا ہے جس میں سے ایک پاکستان آرمی کے خلاف ڈنڈے اور گاجر (carrot and stick) کی پالیسی کا استعمال بھی شامل ہے۔

جہاں تک ماتحتوں یعنی پاکستان کا تعلق ہے تو وہ امریکی پالیسی کی بھرپور ناکامی کو دیکھنے کے باوجود اس کے ساتھ اتحاد کو برقرار رکھ رہا ہے۔ پاکستان کی سیاسی و فوجی قیادت ہر گزرتے دن کے ساتھ عوامی رائے اور جذبات سے دُور اور لاتعلق ہوتی جارہی ہے اور اس حد تک گر گئی ہے کہ وہ اپنے اعتبار کو مکمل طور پر ختم ہونے سے بچانے کے لیے آخر کار یہ کہنے پر مجبور ہو گئی کہ یہ ہماری جنگ نہیں بلکہ امریکہ کی جنگ ہے۔ انٹیلی جنس حلقوں میں پریشانی بڑھتی جارہی ہے اور وہ افغان طالبان کو ایسے وقت میں مذاکرات کی میز پر بیٹھنے کا کہہ رہے ہیں جبکہ وہ امریکہ کو میدان جنگ میں گھٹنوں پر بیٹھنے پر مجبور کر چکے ہیں۔ افواجِ پاکستان میں بھی پریشانی بڑھتی جارہی ہے کیونکہ تمام تر زخم اور تکالیف سہنے کے باوجود ان پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ وہ مزاحمت کاروں کا مکمل خاتمہ نہیں کر رہے ہیں۔ یہ اتحاد یکطرفہ ہے جس میں پاکستان خرچ کر رہا ہے اور فوائد امریکہ اور خطے میں اس کا لاڈلہ بھارت سمیٹ رہا ہے۔

امریکہ اور پاکستان، دونوں ہی اس مقام تک پہنچ گئے ہیں کہ یہ غیر فطری اتحاد ٹوٹ سکتا ہے۔ امریکہ کے بغیر زندگی گزارنے کا واحد حل اب میز پر موجود ہے جبکہ ماضی میں تو ایسا سوچنا بھی محال تھا اور ایسی سوچ کا مذاق اڑایا جاتا تھا۔ اسی طرح لوگ اب دوسرے معاملات پر بھی غور کرنے پر تیار ہیں جیسا کہ پاکستان سے گزرنے والی سپلائی لائن کو منقطع کرنے کا اعلان، امریکہ کے سرکاری و غیر سرکاری فوجی و انٹیلی جنس اہلکاروں کی پاکستان سے بے دخلی، یہاں تک کہ ویسٹ فیلیا (Westphalia) کے قومی ریاست کے تصور کو روندتے ہوئے ڈیورنڈ لائن کے اس پار پاکستان کی افواج کا جانا بھی شامل ہے۔ لیکن اس نقصان دہ اتحاد سے نکلنا اور ایک صحیح راستے کا تعین اس بات کا مطالبہ کرتا ہے کہ اسلام کے نظامِ حکمرانی کی جانب واپس لوٹ جایا جائے۔ اس سے کم کوئی بھی قدم صحیح حل کی جانب پیش قدمی نہیں ہو گی اور نہ ہی یہ نتیجہ خیز ہو گا۔ اس تمام تر صورتحال نے مسلمانوں کو خلافت کی غیر موجودگی پر بحث کرنے پر مجبور کر دیا ہے جو 3 مارچ 1924 بمطابق 28 رجب 1342 ہجری کو تباہ ہو گئی تھی۔

خلافتِ راشدہ کے بعد بھی امت ریاستِ خلافت کی موجودگی کی وجہ سے عزت دار رہی یہاں تک کہ زوال کے دور میں بھی۔ سلطان محمد الفاتح نے 1453 عیسوی بمطابق 857 ہجری میں قسطنطنیہ (Constantinople) کو فتح کیا جو عیسائی یورپ کا مضبوط ستون تھا۔ اس فتح نے یورپ میں مسلمانوں کی مزید کامیابیوں کے لیے راہ ہموار کی۔ فرانس نے سلطان سلیمان القانونی سے اُس وقت مدد طلب کی جب اس کے بادشاہ فرانسس 1 کو ہیپسبرگ Habsburg کی افواج نے پیلویا Palvia کی جنگ میں پکڑ کر قید کر لیا اور ہیپسبرگ کے حکمران چارلس پنجم نے اسے 1525 عیسوی میں ذلت آمیز میڈرِڈ معاہدے پر دستخط کرنے پر مجبور کیا۔ فرانس کی طرف سے مدد کی اس درخواست پر عثمانی سلطان سلیمان نے چارلس پنجم الٹی میٹم دیا جس نے فرانس کے بادشاہ کی رہائی میں مرکزی کردار ادا کیا۔ یہ بات بھی تاریخ کا حصہ ہے کہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ خلیفہ سلیم سوئم کے والیوں کو سالانہ 12 ہزار عثمانی سونے کے لیرا کے ساتھ ساتھ 642 ہزار ڈالرز سونے کی شکل میں ٹیکس دیا کرتا تھا۔ امریکہ یہ ٹیکس الجزائر میں اپنے قیدیوں کی واپسی اور بحر اوقیانوس اور بحیرۂ روم میں اپنے بحری جہازوں کے لیے محفوظ گزرگاہوں کو یقینی بنانے کے لیے دیتا تھا۔ اس سلسلے میں 21 صفر 1210 ہجری بمطابق 5 ستمبر 1795 کو عثمانی خلافت کے ساتھ معاہدہ کیا اور یہ وہ پہلا موقع تھا کہ جب امریکہ کسی اور ریاست (عثمانی ریاست) کی زبان میں لکھے گئے معاہدے پر دستخط کرنے پر مجبور ہوا تھا۔

بے شک اسلام سے باہر امت کے لیے کوئی عزت، خوشحالی اور تحفظ نہیں ہے۔ آمریت، جمہوریت اور بادشاہت کو مسترد کرنا لازم ہے۔ اور امت کو لازمی طور پر اپنی نظریں اور توجہ مکمل طور پر خلافت کی بحالی پر مرکوز کر دینی چاہیے۔

# تفسیر سورۃ البقرۃ آیت 174-176

مشہور فقیہ اور رہنما، امیر حزب التحریر، شیخ عطاء بن خلیل ابو رشتہ کی کتاب "التیسیر فی اصول التفسیر" سے اقتباس:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلَ اللَّهُ مِنَ الْكِتَابِ وَيَشْتَرُونَ بِهِ ثَمَنًا قَلِيلاً أُوْلَئِكَ مَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ إِلاَّ النَّارَ وَلاَ يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلاَ يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (174) أُوْلَئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلاَلَةَ بِالْهُدَى وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ فَمَا أَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ (175) ذَلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ نَزَّلَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِي الْكِتَابِ لَفِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ (176)﴾

[البقرة: 174–176]

"حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب کو چھپاتے ہیں اور اس کے بدلے تھوڑی سی قیمت وصول کر لیتے ہیں، وہ اپنے پیٹ میں آگ کے سوا کچھ نہیں بھر رہے۔ قیامت کے دن اللہ ان سے کلام بھی نہیں کرے گا اور نہ ان کو پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی اور مغفرت کے بدلے عذاب کی خریداری کر لی ہے۔ چنانچہ (اندازہ کرو کہ) یہ دوزخ کی آگ سہنے کے لیے کتنے تیار ہیں!۔ یہ سب کچھ اس لیے ہوگا کہ اللہ نے حق پر مشتمل کتاب اُتاری ہے اور جن لوگوں نے ایسی کتاب کے بارے میں مخالفت کا رویہ اختیار کیا ہے وہ ضد میں بہت دور نکل گئے ہیں۔"(البقرة:174-176) علم چھپانے پر سزا اور اہلِ کتاب (یہود ونصاریٰ) کا رسول اللہ ﷺ کے تعارف کو، جو ان کی کتابوں میں لکھا ہوا موجود تھا، ظاہر نہ کرنے کا بیان گزشتہ آیات میں کیا جا چکا، اور ان آیاتِ کریمہ میں اُنہی باتوں کی تاکید کی گئی ہے۔ البتہ سابقہ آیات کے تناظر میں جو نئی بات ان آیات میں پیش کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ گزشتہ آیت (إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَى مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ أُوْلَئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللاَّعِنُونَ)"""(البقرة 159:2) میں عمومی طور پر ان لوگوں کی صورتحال بیان کی گئی، جو اللہ کے نازل کردہ باتوں کو چھپاتے ہیں، خواہ اس سے ان کا اپنا کوئی دنیاوی مفاد پیش نظر ہو، یا اپنے علاوہ کسی اور کی خاطر ایسا کرے، مثلاً ان کی کتابوں میں بیان کی گئی سزا کو چھپانا تاکہ ان پر عمل درآمد نہ کیا جائے، یا یہ کہ انہوں نے اس بات سے انکار کیا کہ وہ آپ ﷺ کو جانتے اور پہچانتے ہیں تاکہ انہیں محمد ﷺ کی پیروی نہ کرنی پڑے۔ دوسری بات یہ کہ یہ آیت چھپانے والوں کے متعلق بتاتی ہے کہ اگر ایسے لوگ توبہ کریں گے تو اس حالت میں ان کی توبہ صحیح ہوگی، مثلاً مرنے سے پہلے توبہ کر لیں۔ گویا آیت اس بات کی طرف اشارہ کر رہی ہے کہ ایسے لوگوں کا توبہ کر لینا ممکن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس کے بعد فرمایا ہے: (إِلاَّ الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَبَيَّنُوا)" ہاں وہ لوگ جنہوں نے توبہ کر لی ہو اور اپنی اصلاح کر لی ہو اور (چھپائی ہوئی باتوں کو) کھول کر بیان کر دیا ہو "(البقرة 160:2)۔ مذکورہ بالا آیت جس کو ہم بیان کرنے جا رہے ہیں (إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلَ اللَّهُ مِنَ الْكِتَابِ وَيَشْتَرُونَ بِهِ ثَمَنًا قَلِيلاً) " حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب کو چھپاتے ہیں اور اس کے بدلے تھوڑی سی قیمت وصول کر لیتے ہیں"، اس آیت کی پچھلی آیت کے ساتھ فرق کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ اس میں خاص طور پر ان لوگوں کے متعلق بیان ہے جو دوسروں کی خاطر اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی باتیں چھپایا کرتے ہیں، اور اس کے بدلے کچھ معاوضہ وصول کرتے ہیں۔ اس لیے اس آیت کے بعد اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا (وَيَشْتَرُونَ بِهِ ثَمَنًا قَلِيلاً)" اور اس کے بدلے تھوڑی سی قیمت لے لیتے ہیں"۔ دوسری وجہ یہ کہ اس میں چھپانے والوں میں سے ان لوگوں کی حالت کو بیان کیا گیا ہے

علم چھپانے پر سزا اور اہلِ کتاب (یہود ونصاریٰ) کا رسول اللہ ﷺ کے تعارف کو، جو ان کی کتابوں میں لکھا ہوا موجود تھا، ظاہر نہ کرنے کا بیان گزشتہ آیات میں کیا جا چکا، اور ان آیاتِ کریمہ میں اُنہی باتوں کی تاکید کی گئی ہے

جن کی توبہ صحیح نہیں، یعنی ان کے توبہ کرنے کا امکان نہیں، مثلاً ما انزل اللہ کو چھپاتے چھپاتے ان کی موت کفر پر ہو جائے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد فرمایا ہے (أُوْلَئِكَ مَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ إِلاَّ النَّارَ وَلاَ يُكَلِّمُهُمْ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلاَ يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ)" وہ اپنے پیٹ میں آگ کے سوا کچھ نہیں بھر رہے۔ قیامت کے دن اللہ ان سے کلام بھی نہیں کرے گا اور نہ ان کو پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔"

2- (وَيَشْتَرُونَ بِهِ ثَمَنًا قَلِيلاً ) " اور اس کے بدلے تھوڑی سی قیمت وصول کر لیتے ہیں"، اس کے منطوق کا کوئی مفہومِ مخالفہ نہیں (لانه خرج مخرج الغالب)، اس میں ان لوگوں کی ایک عادت بیان کی گئی ہے جو حق کو چھپاتے تھے، ان کی عادت یہ تھی کہ وہ حق کو چھپا کر اپنے سرداروں سے جتنے معاوضے کا تقاضا کرتے تھے، وہ ان کے جرم کے مقابلے میں یقیناً قلیل ہوتا تھا۔ چنانچہ اس کا مفہوم مخالفہ نہیں ، یعنی یہ نہیں کہا جائے گا کہ اگر حق کو چھپانے کے بدلے وہ زیادہ قیمت مانگتے تو گناہ نہ ہوتا، اللہ کے نازل کردہ کو چھپانا، چاہے اس کے بدلے وصول ہونے والا معاوضہ زیادہ ہو یا تھوڑا، بہر حال جرمِ عظیم ہے۔

(مَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ إِلاَّ النَّارَ ) " اپنے پیٹ آگ سے بھرتے ہیں" یعنی اللہ کے نازل کردہ (احکامات و آیات) کو چھپا کر اپنے پیٹوں کو حرام مال سے بھرتے ہیں، جو قیامت کے دن ان کو آگ میں لیجانے کا سبب بننے والا ہے، پس آیت میں آگ سے مراد مالِ حرام ہے۔ چونکہ یہ آگ میں جانے کا سبب اور آگ مسبَّب ہے، اس لیے آگ کا ذکر کر کے مجازاً مالِ حرام مراد لیا گیا۔

(وَلاَ يُكَلِّمُهُمْ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلاَ يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ) "اللہ اُن سے کلام نہیں کرے گا"، یعنی ان کو خوش کر دینے والی بات نہیں کرے گا، اس سے مراد یہ نہیں کہ بات ہی نہیں کریں گے کیونکہ ایک اور آیت میں اس کا ذکر کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُن سے بات کریں گے جو اُن کو ناگوار گزرے گی۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا،

> **ان آیات میں چھپانے والوں میں سے ان لوگوں کی حالت کو بھی بیان کیا گیا ہے جن کی توبہ صحیح نہیں، یعنی ان کے توبہ کرنے کا امکان نہیں، مثلاً ما انزل اللہ کو چھپاتے چھپاتے ان کی موت کفر پر ہو جائے**

" (قَالَ اخْسَئُوا فِيهَا وَلاَ تُكَلِّمُونِ ) "اللہ تعالیٰ ان سے کہے گا: اس ( دوزخ) میں ذلیل ہو کر پڑے رہو اور مجھ سے بات بھی نہ کرو"۔

(المؤمنون 108:23)

(وَلاَ يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ) "اور نہ ان کو پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے" یعنی اللہ تعالیٰ ان کے گناہ معاف کر کے ان کو پاک نہیں کریں گے، نہ ان کی کوئی مدح کی جائے گی بلکہ حق چھپانے کے بدلے ان کو دردناک عذاب دیں گے۔

3- (أُوْلَئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلاَلَةَ بِالْهُدَى وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ )" یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی اور مغفرت کے بدلے عذاب کی خریداری کر لی ہے"۔ اللہ سبحانہ ان کی حالت اور ان کا انجام بیان فرماتے ہیں، کہ انہوں نے ہدایت داؤ پر لگا دی اور اس کے بدلے گمراہی خرید لی، عذاب لے کر اس کے بدلے مغفرت کو بیچ ڈالا۔ ایسے لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہی زیادہ مناسب ہے۔

(فَمَا أَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ) "چنانچہ ( اندازہ کرو کہ) یہ دوزخ کی آگ سہنے کے لیے کتنے تیار ہیں! "یہ استفہام برائے توبیخ ہے، یعنی وجہ کیا ہے کہ وہ مشقت اٹھاتے اور اپنی کوششیں صرف کرتے ہیں کتاب چھپانے جیسے برے اعمال سر انجام دینے میں۔ جس کے نتیجے میں آگ میں دھکیل دیے جائیں گے۔

(ذَلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ نَزَّلَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِي الْكِتَابِ لَفِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ) "یہ سب کچھ اس لیے ہوگا کہ اللہ نے حق پر مشتمل کتاب اُتاری ہے اور جن لوگوں نے ایسی کتاب کے بارے میں مخالفت کا رویہ اختیار کیا ہے وہ ضد میں بہت دور نکل گئے ہیں"، یعنی یہ سب کچھ کتاب الٰہی میں ان کے اختلاف کی وجہ سے ہے، جس کے بارے میں انہیں علم تھا کہ وہ یقیناً اللہ کی طرف سے نازل کی گئی ہے۔ وہ اللہ کی کتاب کے کچھ حصوں کو مانتے تھے اور اسی کتاب کے کچھ حصوں کو چھپاتے تھے۔ اسی طرح اللہ کی

بقیہ صفحہ 7 پر

# اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی جانب سے ہماری کامیابی کا وعدہ

تحریر: مصعب عمیر، پاکستان

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی جانب سے فتح و کامیابی کا وعدہ پچھلے چودہ سو سالوں کے دوران امتِ محمد ﷺ کی ہمت بڑھانے اور اسے متحرک کرنے کا ایک انتہائی طاقتور ذریعہ رہا ہے۔ خلافت کی تباہی سے قبل اسلام کے نفاذ کے دور میں جب مسلم حکمران اور قائدین اسلام کو دیگر تمام ادیان، طرزِ زندگی اور نظریہ ہائے حیات پر بالادستی دلانے کی جدوجہد کرتے تھے، تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے فتح و کامیابی کا وعدہ ان کی ہمت بڑھانے کا سبب ہوتا تھا اور وہ بھرپور کوشش کرتے تھے اور دشمن کی طاقت سے مرعوب ہوئے بغیر اسلام کے لیے نئے علاقے کھولتے چلے جاتے تھے۔ ماضی میں خلافت کی تباہی سے قبل کے ادوار میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی جانب سے کامیابی کا وعدہ میدانِ جنگ میں مسلمان سپاہیوں کی ہمت افزائی کا باعث ہوتا تھا جس کی وجہ سے وہ اپنے سے کئی گنا بڑے دشمنوں کے خلاف ایک کے بعد ایک کامیابی حاصل کرتے چلے جاتے تھے یہاں تک کہ دشمن یہ گمان کرنے لگے کہ مسلمانوں کو شکست دینا ممکنات میں سے نہیں۔

خلافت کے خاتمے کے بعد آج کے دور میں کہ جب خلافت کی دوبارہ واپسی یقینی دکھائی دے رہی ہے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی جانب سے کامیابی کے وعدے پر کامل یقین انتہائی ضروری ہے۔ یہ اللہ کی طرف سے فتح و کامیابی کا وعدہ ہی ہے کہ جو مجاہدین کے حوصلے بلند رکھتا ہے اور انہیں متحرک کرتا ہے کہ وہ غیر ملکی قابضین کے خلاف ڈٹے رہیں اور ان کے قبضے کو مستحکم نہ ہونے دیں، اور ان کے اس طرزِ عمل نے ہمارے دشمنوں کو اضطرب، مایوسی اور پریشانی سے دوچار کر رکھا ہے جس کا عملی مظاہرہ ہم اس وقت افغانستان اور کشمیر میں دیکھ رہے ہیں۔ یہ اللہ کا وعدہ ہی ہے جو نبوت کے طریقے پر خلافت کے قیام کی دعوت دینے والوں کے جوش اور ولولے کو ٹھنڈا نہیں ہونے دیتا اور وہ تندہی سے استعماری طاقتوں کی سازشوں اور منصوبوں کو بے نقاب کرتے ہیں اور اسلام کے نظامِ زندگی کو تمام مسلمانوں کے لیے کھول کھول کر بیان کرتے ہیں۔

یہ اللہ کا وعدہ ہی ہے جو افواج کے افسران کی ہمت بڑھاتا ہے کہ وہ اسلام کو ایک ریاست کی صورت میں کھڑا کرنے کے لیے بغیر کسی خوف اور ہچکچاہٹ کے، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے وعدے پر کامل یقین کے ساتھ نُصرۃ (عسکری مدد) فراہم کریں، کہ جب امت کو درکار تبدیلی لانے کے لیے انہیں اپنے بازوؤں کی طاقت کو استعمال کرنے کا وقت آئے گا تو وہ فوراً قدم اٹھائیں گے۔ ہمارے دور کے مسلمانوں کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے اس فرمان سے روشنی لینی چاہیے کہ، **إِنَّا لَنَنصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا** "ہم اپنے پیغمبروں کی اور جو ایمان والے ہیں، اس دنیا کی زندگی میں بھی مدد کرتے ہیں" (غافر: 51)۔ یقیناً اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا وعدہ کسی مخلوق کے وعدے کی طرح نہیں ہے کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا وعدہ کبھی ٹوٹتا نہیں اور کبھی جھوٹا ثابت نہیں ہوتا۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا، **إِنَّ اللَّهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ** "بے شک اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا" (آل عمران: 9) اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا، **وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ قِيلًا** "اور اللہ سے زیادہ بات کا سچا کون ہو سکتا ہے" (النساء: 122)۔

خلافت کے خاتمے کے بعد آج کے دور میں کہ جب خلافت کی دوبارہ واپسی یقینی دکھائی دے رہی ہے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی جانب سے کامیابی کے وعدے پر کامل یقین انتہائی ضروری ہے

ہمارے دور کی اس نسل کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے وعدے پر کامل یقین قائم کرنا ہے تاکہ مسلمانوں میں وہی ایمانی جذبہ پیدا ہو جائے اور وہ صالح اعمال سرانجام دیں اور دنیا کی قیادت ان کے ہاتھ میں آ جائے اور وہ انسانیت کے رہنما اور حکمران بن جائیں اور انسانیت کو خوف کی صورتحال سے نکال کر امن و تحفظ فراہم کریں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا، **وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا ۚ يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا ۚ وَمَن كَفَرَ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ** "اللہ تم میں سے ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں اور نیک اعمال کیے ہیں وعدہ فرما چکا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں حکمران بنائے گا جیسا کہ ان لوگوں کو بنایا تھا جو ان سے پہلے تھے اور ان کے لیے ان کے اس دین کو مضبوطی کے ساتھ محکم کرکے جما دے گا جسے وہ ان کے لیے پسند فرما چکا ہے اور ان کے اس خوف و خطر کو امن و امان سے بدل دے گا، وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے۔ اس کے بعد بھی جو لوگ کفر کریں وہ یقیناً فاسق ہیں" (النور: 55)۔

ہمارے دور کے مسلمانوں کو اس بات سے آگاہی حاصل کرنی ہے کہ کس طرح اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اسلامی امت کی پہلی اور سب سے بہترین نسل کے ساتھ اپنے وعدے کو پورا کیا تھا۔ اُس نسل نے اسلام کے احکامات پر کامل یقین کے ساتھ عمل کیا اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انہیں دوسری اقوام پر فتح وکامیابی عطا فرمائی۔ اسلام کی پہلی نسل ظالم جابروں کے سائے میں زندگی گزار رہی تھی، ان پر ظلم کے پہاڑ توڑے جا رہے تھے اور ان کے سامنے ایک کے بعد دوسرا مسئلہ جنم لے رہا تھا۔ وہ ایسے دشمنوں کے درمیان گھرے ہوئے تھے جن کی تعداد اور مادی وسائل اُن سے بہت زیادہ تھے۔ لیکن چونکہ انہیں اس بات پر پورا اعتماد تھا کہ کامیابی کی کنجی صرف اور صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ہاتھ میں ہے لہٰذا اُس پہلی نسل نے تمام تر رکاوٹوں کے باوجود اسلام کو لوگوں سے تک پہنچانے کے لیے اپنی پوری صلاحیتیں صرف کر دیں۔ اور چونکہ انہیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے وعدے پر مکمل اعتماد تھا اسی لیے انصار کے جنگجوؤں نے رسول اللہ ﷺ کو نُصرۃ (عسکری مدد) فراہم کر کے اسلامی ریاست کے قیام میں اپنی ذمہ داری پوری کی۔

لہٰذا اُس دور کے مسلمانوں کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مکہ، خیبر، بحرین، یمن اور پورے جزیرہ نما عرب پر کامیابی عطا فرمائی۔ انہوں نے حجر کے آتش پرستوں اور شام کی سرحد پر واقع قبائل پر حاوی ہو کر ان سے جزیہ وصول کیا۔ پھر حضرت ابو بکر صدیقؓ کی قیادت میں اُس پہلی نسل نے پورے جزیرہ نما عرب کے معاملات اپنے ہاتھوں میں لے لیے اور اسلامی افواج کو فارس، شام اور مصر کی جانب سے بھیجا تا کہ یہ علاقے اسلامی ریاست کا حصہ بن جائیں۔ اس کے بعد حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں مسلمانوں کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے پورے شام اور مصر اور ایران کے زیادہ تر حصے پر کامیابی عطا فرمائی۔ کسریٰ کو بدترین شکست ہوئی اور وہ شدید ذلیل و رسوا ہوا اور وہ اپنی ریاست کے سب سے آخری کونے کی جانب پسپا ہو گیا۔ قیصر کی عظیم الشان طاقت کو دھول چٹا دی گئی، شام پر اس کے اقتدار کا خاتمہ کر دیا گیا اور وہ قسطنطنیہ (موجودہ استنبول) کی جانب پسپا ہو گیا۔ اس کے بعد حضرت عثمانؓ کے دور میں اسلام کی بالادستی مشرق و مغرب دونوں جانب پھیل گئی۔ مغرب میں قبرص اور اسپین تک فتوحات ہوئیں اور مشرق میں مسلمان چین تک پہنچ گئے۔ کسریٰ کو قتل کر دیا گیا،
اس کی ریاست تباہ برباد ہو گئی اور عراق کے شہر خراسان اور الاحواز پر اسلام کا جھنڈا لہرانے لگا۔

**جہاں تک ہمارے دور اور ہماری نسل کا تعلق ہے تو ہمارے لیے بھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی جانب سے کامیابی اور رسول اللہ ﷺ کی جانب سے اقوامِ عالم پر بالادستی کی بشارت موجود ہے۔**

یقیناً اسلام کی پہلی نسل نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی جانب سے کامیابی کے وعدے کو پورا ہوتے دیکھا۔ انہوں نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی مکمل اطاعت کی اور انہوں نے دوسری اقوام پر مسلمانوں کی بالادستی کے متعلق رسول اللہ ﷺ کی بشارت کو بھی پورا ہوتے دیکھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **وَاللَّهِ لَيُتِمَّنَّ هَذَا الأَمْرَ حَتَّى يَسِيرَ الرَّاكِبُ مِنْ صَنْعَاءَ إِلَى حَضْرَمَوْتَ، لاَ يَخَافُ إِلاَّ اللَّهَ أَوِ الذِّئْبَ عَلَى غَنَمِهِ، وَلَكِنَّكُمْ تَسْتَعْجِلُونَ** "اللہ کی قسم یہ امر (اسلام) ضرور کمال کو پہنچے گا اور ایک زمانہ آئے گا کہ ایک سوار مقام صنعاء سے حضر موت تک سفر کرے گا لیکن اسے اللہ کے سوا اور کسی کا ڈر نہیں ہو گا۔ یا صرف بھیڑیے کا خوف ہو گا کہ کہیں اس کی بکریوں کو نہ کھا جائے لیکن تم لوگ جلدی کرتے ہو" (بخاری)۔ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو پورے جزیرہ نما عرب اور ایران سے آگے تک اسلام کی بالادستی کی بشارت دی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَيُتِمَّنَّ اللَّهُ هَذَا الأَمْرَ حَتَّى تَخْرُجَ الظَّعِينَةُ مِنَ الْحِيرَةِ حَتَّى تَطُوفَ بِالْبَيْتِ فِي غَيْرِ جِوَارِ أَحَدٍ، وَلَتَفْتَحُنَّ كُنُوزَ كِسْرَى بْنِ هُرْمُزَ** " اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، اللہ اس معاملے (اسلام) کو غالب کرے گا یہاں تک کہ ہودج میں ایک عورت اکیلی حیرہ سے سفر کرے گی اور مکہ پہنچ کر کعبہ کا طواف کرے گی اور اللہ کے سوا اسے کسی کا بھی خوف نہ ہو گا۔ اور ہرمز کے بیٹے کسریٰ کے خزانے تمہیں حاصل ہو ں گے۔ میں نے حیرت سے کہا 'کسریٰ بن ہرمز' "۔ آپ ﷺ نے فرمایا، **نَعَمْ، كِسْرَى بْنُ هُرْمُزَ، وَلَيُبْذَلَنَّ الْمَالُ حَتَّى لاَ يَقْبَلَهُ أَحَدٌ** " ہاں کسریٰ بن ہرمز! اور ایک شخص اپنے ہاتھ میں سونا چاندی بھر کر نکلے گا لیکن اسے کوئی ایسا آدمی نہیں ملے گا جو اسے (زکوٰۃ) قبول کر لے"۔ عدی بن حاتمؓ نے فرمایا: "اب وہ ہو رہا ہے کہ ایک عورت اونٹ پر سوار حیرہ سے آتی ہے اور بغیر کسی کے تحفظ کے اللہ کے گھر کا طواف کرتی ہے، اور میں اُن لوگوں میں سے ہوں جنہوں نے ہرمز کے بیٹے کسریٰ کے خزانے کو (مالِ غنیمت کے طور پر) حاصل کیا تھا"۔

جہاں تک ہمارے دور اور ہماری نسل کا تعلق ہے تو ہمارے لیے بھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی جانب سے کامیابی اور رسول اللہ ﷺ کی جانب سے اقوامِ عالم پر بالادستی کی بشارت موجود ہے۔ یہ وہ وعدے اور بشارتیں ہیں جن کا مشاہدہ پچھلی نسلوں نے نہیں کیا۔ ہمارے لیے یہ

موقع ہے کہ ان وعدوں کی تکمیل اور بشارتوں سے فیضیاب ہونے کے لیے اللہ سبحانہ و تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات پر عمل کرتے ہوئے پورے اعتماد کے ساتھ آگے بڑھیں۔

لہٰذا مسلمانوں پر مسلط موجودہ حکمرانوں کی جانب سے کیے جانے والے شدید مظالم کے باوجود ہماری نسل کو اسلام کے مکمل نفاذ کے لیے بھر پور جدوجہد کرنی چاہیے تاکہ ہم قیامت سے قبل ظلم کی حکمرانی کے خاتمے کے بعد خلافت کی واپسی کی بشارت کو دیکھنے کے حقدار بن جائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **ثُمّ تكونُ مُلْكاً جَبريَّةً، فتكونُ ما شاءَ الله أنْ تكون، ثُمّ يرفعُها إذا شاءَ أنْ يرفعَها. ثُمّ تكونُ خِلافةً على مِنهاجِ النُّبُوَّة، ثم سكت** "اس کے بعد ظلم کی حکمرانی ہو گی، اور اس وقت تک رہے گی جب تک اللہ چاہیں گے، اور پھر جب اللہ چاہیں گے اسے اٹھا لیں گے۔ اس کے بعد نبوت کے طریقے پر خلافت کا دَور ہو گا" (احمد)۔

یہودی وجود کے ساتھ تعلقات کو معمول پر لانے کے منصوبے کو مسترد کرتے ہوئے آج کی نسل کو نبوت کے طریقے پر خلافت کے قیام کے لیے دن رات ایک کردینے چاہئیں تاکہ یہودی قبضے کو ختم کرنے کے لیے ہماری افواج کو حرکت میں لایا جاسکے جس کے بعد یہودی اس قدر خوفزدہ ہو جائیں گے کہ انہیں لگے گا کہ درخت اور پتھر بھی ان کے خلاف مخبری کر رہے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **لا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يُقَاتِلَ الْمُسْلِمُونَ الْيَهُودَ فَيَقْتُلُهُمُ الْمُسْلِمُونَ حَتَّى يَخْتَبِئَ الْيَهُودِيُّ مِنْ وَرَاءِ الْحَجَرِ وَالشَّجَرِ فَيَقُولُ الْحَجَرُ أَوِ الشَّجَرُ يَا مُسْلِمُ يَا عَبْدَ اللَّهِ هَذَا يَهُودِيٌّ خَلْفِي فَتَعَالَ فَاقْتُلْهُ . إِلاَّ الْغَرْقَدَ فَإِنَّهُ مِنْ شَجَرِ الْيَهُودِ** "آخری وقت (قیامت) اس وقت تک نہیں آئے گا جب تک کہ مسلمان یہودیوں سے جنگ نہ کریں اور مسلمان یہودیوں کو قتل کریں گے یہاں تک کہ یہودی درخت یا پتھر کے پیچھے چھپنے کی کوشش کرے گا اور درخت یا پتھر یہ کہے گا: مسلمانو، اللہ کے غلامو، اِدھر میرے پیچھے ہے یہودی؛ آؤ اور اسے قتل کرو؛ سوائے غرقد کے درخت کے کہ وہ یہود کا درخت ہے" (مسلم)۔

بھارت کے سامنے موجودہ حکمرانوں کی "تحمل" کی کمزور پالیسی کو مسترد کرتے ہوئے ہماری موجودہ نسل کو

مسلمانوں پر مسلط موجودہ حکمرانوں کی جانب سے کیے جانے والے شدید مظالم کے باوجود ہماری نسل کو اسلام کے مکمل نفاذ کے لیے بھرپور جدوجہد کرنی چاہیے تاکہ ہم قیامت سے قبل ظلم کی حکمرانی کے خاتمے کے بعد خلافت کی واپسی کی بشارت کو دیکھنے کے حقدار بن جائیں

نبوت کے طریقے پر خلافت کے قیام کے لیے دن رات ایک کردینے چاہئیں تاکہ ہماری افواج پورے بھارت پر اسلام کی بالادستی کو یقینی بنائیں۔

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ، **وَعَدَنا رسولُ اللّهِ (ص) غزوةَ الهند، فإنْ أدركتُها أُنْفِقْ نفسي ومالي، وإنْ قُتِلْتُ كنتُ أفضلَ الشهداء، وإنْ رجعتُ فأنا أبو هريرة المُحَرَّرُ** "اللہ کے رسول ﷺ نے ہم سے ہند کی فتح کا وعدہ کیا۔ اگر میرے ہوتے ہوئے ایسا ہوا تو میں اپنے جان اور مال دونوں اس میں لگادوں گا۔ اگر میں مارا گیا تو میں بہترین شہداء کی رفاقت میں ہوں گا، اور اگر میں زندہ واپس لوٹ آیا تو میں ابو ہریرہ (گناہوں سے) آزاد ہوں گا" (احمد، نسائی، حاکم)۔ اور ثوبانؓ نے روایت کی کہ **عِصابتان من أُمّتي أَحْرَزَهُما اللّهُ من النار: عِصابةٌ تغزو الهندَ، وعِصابةٌ تكون مع عيسى ابن مريم عليهما السلام** "میری امت کے دو گروہوں کو اللہ نے جہنم کی آگ سے محفوظ کر دیا ہے: ایک وہ جو ہند فتح کرے گا اور دوسرا وہ جو عیسیٰ ابنِ مریمؑ کے ساتھ ہو گا" (احمد، نسائی)۔

اور دنیا پر استعماری طاقتوں کی بالادستی کو مکمل طور پر مسترد کرتے ہوئے ہماری موجودہ نسل کو نبوت کے طریقے پر خلافت کے قیام کے لیے دن رات ایک کردینے چاہئیں تاکہ مسلمان مشرق و مغرب میں اسلام کی بالادستی کے متعلق رسول اللہ ﷺ کی بشارت کا مشاہدہ کر سکیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **إِنَّ اللهَ زَوَى لِيَ الْأَرْضَ فَرَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا، وَسَيَبْلُغُ مُلْكُ أُمَّتِي مَا زُوِيَ لِي مِنْهَا** "اللہ نے مجھے زمین دکھائی اور میں نے مشرق اور مغرب کی جانب دیکھا۔ جہاں تک مجھے زمین دکھائی گئی وہاں تک میری امت کی بالادستی ہو گی"۔ بخاری نے روایت کیا کہ ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے کہا، **وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَيُوشِكَنَّ أَنْ يَنْزِلَ فِيكُمُ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا عَدْلاً، فَيَكْسِرَ الصَّلِيبَ، وَيَقْتُلَ الْخِنْزِيرَ، وَيَضَعَ الْجِزْيَةَ، وَيَفِيضَ الْمَالُ حَتَّى لاَ يَقْبَلَهُ أَحَدٌ، حَتَّى تَكُونَ السَّجْدَةُ خَيْرًا لَهُمْ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا** " قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، مریم کے بیٹے (عیسیٰؑ) جلد ہی تم میں حکمران کے طور پر آئیں گے، اور صلیب کو توڑ دیں گے، سور کو قتل اور جزیہ ختم کر دیں گے۔ پھر دولت کی فراوانی ہو گی اور کوئی صدقہ وصول نہیں کرے گا۔ اور اُس وقت ایک سجدہ مسلمانوں کے

لیے اس زندگی اور اس میں موجود تمام چیزوں سے بہتر ہو گا"۔

موجودہ دور کے مسلمانوں آگے بڑھو اور قیصر کے شہر روم کی فتح کی رسول اللہ ﷺ کی بشارت کو پورا کرنے کے لیے خلافت قائم کرو جس طرح خلافت کے پچھلے دور کے مسلمانوں نے ہر کولیس کے شہر قسطنطنیہ کو فتح کر کے رسول اللہ ﷺ کی بشارت کو پایا تھا۔ امام احمد نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے کہ عبد اللہ بن العاصؓ نے بتایا، **بَيْنَمَا نَحْنُ حَوْلَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَكْتُبُ ، إِذْ سُئِلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَيُّ الْمَدِينَتَيْنِ تُفْتَحُ أَوَّلًا: قُسْطَنْطِينِيَّةُ أَوْ رُومِيَّةُ ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ( مَدِينَةُ هِرَقْلَ تُفْتَحُ أَوَّلًا ) ، يَعْنِي : قُسْطَنْطِينِيَّةَ** "ہم رسول اللہ ﷺ کے گرد بیٹھے لکھ رہے تھے کہ اُن سے پوچھا گیا، 'قسطنطنیہ یا روم میں کون سا شہر پہلے فتح ہو گا؟' آپ ﷺ نے جواب دیا، 'ہر کولیس کا شہر پہلے فتح ہو گا!"۔

**ختم شد**

بقیہ صفحہ 3 سے

نازل کردہ بعض کتابوں پر ان کا ایمان تھا اور کچھ کتابوں سے کفر کرتے تھے۔ کتاب کے بارے میں ان کا یہ اختلاف حق سے کوسوں دور ہے یعنی کتاب الٰہی سے روگردانی اور عدم ایمان ہے۔

(ذَلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ نَزَّلَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ) یہاں الکتاب سے جنس کتاب مراد ہے اس کے شروع میں (ال) عموم کے لیے ہے، چنانچہ مذکورہ سزا اللہ کی نازل کردہ کسی بھی کتاب میں اختلاف کرنے والے ہر ایک شخص پر لاگو ہو گی، چاہے اس کا ایمان ایک کتاب کے ایک جزو پر ہو اور دوسرے سے انکاری ہو یا نازل شدہ کسی ایک کتاب کو مانے جبکہ دوسری کو نہ مانے، یہ جانتے ہوئے کہ یہ اللہ کی طرف سے نازل شدہ اور بر حق ہیں، سو کوئی بھی شخص جو اس قسم کے متضاد عقیدے کا شکار ہو گا وہ راہ حق سے بہت دور جا پڑا ہے۔

(وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِي الْكِتَابِ)" اور جن لوگوں نے ایسی کتاب کے بارے میں مخالفت کا رویہ اختیار کیا ہے "یعنی ایک ہی کتاب کے درمیان تفریق کی یا اللہ کی نازل کردہ کتابوں میں تفریق کی، مثلاً ایک ہی کتاب کے کسی ایک جزو پر ایمان رکھے اور دوسرا اجزو چھپائے یا مثلاً ایک کتاب پر ایمان لائے اور دوسری کتاب کا انکار کرے۔

(لَفِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ) "وہ ضد میں بہت دور نکل گئے ہیں "یعنی ان کا کتاب اللہ کے ساتھ بہت شدید اختلاف ہے جس کے باعث وہ شدید ترین عذاب کے مستحق ہیں۔

**ختم شد**

بقیہ صفحہ 26 سے

(گرچہ اس سے نزدیک والا موجود ہو) اور وہ اپنے مخالفوں کے لیے ایک ہاتھ کی طرح ہیں، جس کی سواریاں زور آور اور تیز رو ہوں وہ (غنیمت کے مال میں) اس کے برابر ہو گا جس کی سواریاں کمزور ہیں، اور لشکر میں سے کوئی سریہ نکل کر مال غنیمت حاصل کرے تو لشکر کے باقی لوگوں کو بھی اس میں شریک کرے، کسی مسلمان کو کافر کے بدلے قتل نہ کیا جائے اور نہ ہی کسی ذمی کو" (سنن ابی داود)۔

اور چونکہ اسلامی دنیا کی یہ حکومتیں شام میں اپنے بھائیوں اور فوجوں کے لئے رکاوٹ ہیں، اس لئے ان کو ہٹانا ایک فرض کام ہے، کیونکہ اسلامی اصول ہے **مالا يتم الواجب إلا به فهو واجب**"وہ امر جو کسی فرض کی ادائیگی کیلئے درکار ہے، وہ امر بھی فرض ہو جاتا ہے"۔ اور ان حکومتوں کو ہٹانے کے لئے امت کا کردار یہ ہے کہ وہ فوج میں موجود مخلص اہلِ قوت افراد کو یہ تلقین کریں کہ وہ موجودہ ایجنٹ حکمرانوں اور رہنماؤں کو ہٹا کر امت کی قیادت، نبوت کے طرز پر خلافت کے قیام کے لئے جدوجہد کرنے والے حزب التحریر کے داعیوں کو سونپ دیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **«مَا مِنْ امْرِئٍ يَخْذُلُ امْرَأً مُسْلِمًا فِي مَوْضِعٍ تُنْتَهَكُ فِيهِ حُرْمَتُهُ وَيُنْتَقَصُ فِيهِ مِنْ عِرْضِهِ إِلَّا خَذَلَهُ اللَّهُ فِي مَوْطِنٍ يُحِبُّ فِيهِ نُصْرَتَهُ، وَمَا مِنْ امْرِئٍ يَنْصُرُ مُسْلِمًا فِي مَوْضِعٍ يُنْتَقَصُ فِيهِ مِنْ عِرْضِهِ وَيُنْتَهَكُ فِيهِ مِنْ حُرْمَتِهِ إِلَّا نَصَرَهُ اللَّهُ فِي مَوْطِنٍ يُحِبُّ نُصْرَتَهُ»** "جو کسی مسلمان شخص کو کسی جگہ میں ذلیل کرے گا، جہاں اس کی بے عزتی کی جا رہی ہو اور اس کی آبرو پر حملہ ہو رہا ہو تو اللہ اسے ایسی جگہ ذلیل کرے گا، جہاں وہ اس کی مدد چاہے گا، اور جو کسی مسلمان کی ایسی جگہ میں مدد کرے گا جہاں اس کی عزت میں کمی آرہی ہو اور اس کی آبرو جا رہی ہو تو اللہ بھی اس کی ایسی جگہ پر مدد کرے گا، جہاں وہ یہ پسند کرے کہ اللہ اس کی مدد کرے" (سنن ابی داؤد)۔

شام کے باغی مسلمانوں کی مدد کرنے کا فرض اُس فرض سے الگ نہیں ہے کہ جو مسلمانوں کا ان کے دین میں مدد کا ہے۔ اس کے علاوہ، اللہ کی وحدانیت پر یقین رکھنے والوں کے لئے یہ پہلی ترجیح ہے۔ ایمان کے کمزور ترین درجہ کی سمجھ کے ساتھ، شام یا شام کے باہر کے مظلوموں کے لئے رونا اور ہمدردی کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ کمزور ایمان صرف اُس سے قبول کیا جاتا ہے کہ جو طاقت نہیں رکھتا ہو، نہ کہ اس سے جو اس کے قابل ہے۔ بلاشبہ مسلمان، پاکستان کے عوام سمیت، شام میں اپنے بھائیوں کی مدد کرنے کے قابل ہیں، اگر وہ ایک مخلص حکمران و فوجی کمانڈر، یعنی مسلمانوں کے معزز خلیفہ کو مقرر کریں، جو اللہ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی سنت پر مبنی قوانین کے ذریعے حکومت کرے۔

**ختم شد**

# سعدِ ثانی

**تحریر: انجنئیر جمال، پاکستان**

آتی ہے یاد مجھ کو اسلاف کی کہانی
کفر کی تھی گردن اور تیغ مسلمانی
شہادت کا وہ جذبہ تکبیر کی صدائیں
دنیا کے تھے حاکم، باسجدہ پیشانی
امن کا تھا سایہ خوشحالی چار سو
جب دین تھا مقدم، نہ فکر و پریشانی
وہ محمد ابن قاسم، سلطان محمد فاتح
اجداد تھے ہمارے، مثالِ جانفشانی
بات ہے جواب کی، تو ڈھونڈتی نگاہیں
ان خاکی وردیوں میں، اک روحِ سلطانی
دل جس کا لبریز، محبتِ مسلم سے
طاغوت سے ہو نفرت، سپوتِ قرآنی

جو جوڑ دے امت کو، عربی و عَجَمی
مٹا دے قومیتیں، ترکی و پاکستانی
کھڑی ہو جس کے پیچھے امّتِ مسلماں
حاضر ہوں لاکھوں سینے جو دے وہ نشانی
ہو امت کا وہ رہبر، تکبیر کی صدائیں
کفار کو دے لرزا، دہشتِ طوفانی
یہ موجوں سے ٹکراتے، بحری فوج کے بیڑے
یہ گرجتے جہاز جن کی اڑان آسمانی
یہ ضرّار یہ خالد، یہ بارودی توپیں
اور ان سب کے اوپر، اک قلبِ ایمانی
کفر سے حفاظت کیا کافی نہیں یہ
جب والی ہو خدا، اور دشمن شیطانی

خدارا اب تم کو جو موقع ملا ہے
لگا دو جو ہے سب، مالی و جانی
خریدو گے تم جو، وہ تو ہے جنّت
دنیا کا یہ سب کچھ، ہے فقط فانی
اس دور کی یہ ظلمت ہو جائے ختم
نور بن کے ابھرے، اسلامی حکمرانی
زمیں اگلے سونا، آسماں برسے چاندی
جو ہو قائم خلافتِ راشدہ ثانی
بدل دو حقیقت، بدل دو یہ حال
کفر کی ہو گردن اور تیغِ مسلمانی
شہادت کا وہ جذبہ، تکبیر کی صدائیں
دنیا کے ہوں حاکم، باسجدہ پیشانی

# پاکستانی حکمران بظاہر امریکہ سے اتحاد پر پُرزور ملامتیں بھیج رہے ہیں

**بسم اللہ الرحمن الرحیم**

پاکستانی حکمران ٹرمپ کی جانب سے فوجی امداد کی عارضی معطلی پر بظاہر امریکہ مخالف بیان بازیاں کر رہے ہیں لیکن اندر ہی اندر امریکی افواج کو افغانستان میں یقینی شکست سے بچانے کے لئے خاموشی سے ٹرمپ انتظامیہ کے ساتھ مل کر کام کررہے ہیں۔ امریکہ کے سکریٹری دفاع جیمز میٹس نے امریکی امداد کی معطلی کے بعد بھی پاکستان کے حکمرانوں کے ساتھ بلا تعطل گہرے تعلقات کی تصدیق کی ہے۔ 5 جنوری 2018 کو پینٹاگون میں ہونے والی ایک پریس بریفنگ میں جب اُس سے پاکستانی وزیرخارجہ کے بلند بانگ دعوے کے متعلق پوچھا گیا کہ اب ہمارا کوئی اتحاد نہیں رہا تو جیمز میٹس نے اس بات کا عندیہ دیا کہ اندر ہی اندر فوجی سطح پر امریکی مطالبات پر تعاون کے لئے پاک امریکہ تعلقات جاری ہیں۔ اُس نے کہا، "جنرل جوزف ووٹل کی چیف آف آرمی اسٹاف جنرل باجوہ سے فون پر بات ہوئی ہے اور ہم یہ تعاون جاری رکھیں گے"۔ اور جب اُس سے پوچھا گیا کہ کیا اسے اس بات کا خدشہ ہے کہ امریکی افواج کیلئے پاکستان سے گزرنے والی اہم سپلائی لائن معطل ہوسکتی ہے تو میٹس نے کہا، "نہیں، مجھے اس بات کا خدشہ نہیں ہے"۔

جہاں تک ٹرمپ انتظامیہ اور پاکستانی حکمرانوں کے مابین خاموش تعاون کا تعلق ہے تو اس کا مقصد طاقت اور ترغیب کو استعمال کرتے ہوئے افغان طالبان کو مذاکرات کی میز پر لانا ہے۔ درحقیقت ٹرمپ انتظامیہ شدت سے اس بات کی متمنی ہے کہ ایک ایسا سیکیورٹی معاہدہ ہو جائے جس کے تحت افغانستان میں امریکی افواج کی مستقل موجودگی کو قبولیت مل جائے، بجائے اس کے کہ امریکہ افغانستان سے ویسے ہی ذلت ورسوائی کے ساتھ بھاگنے پر مجبور ہو جائے جیسا کہ برطانوی راج اور سوویت روس افغانستان سے دُم دبا کر بھاگنے پر مجبور ہوئے تھے۔

**اے پاکستان کے مسلمانو!** پاکستان کے حکمران ہمیں دھوکہ دے رہے ہیں۔ وہ بظاہر امریکہ پر ملامتیں بھیج رہے ہیں جبکہ اسی دوران وہ خاموشی سے افغانستان میں موجود تھکی ماندی امریکی افواج کو ذلت آمیز شکست سے بچانے کے لئے اُن کی معاونت کررہے ہیں۔ ہمارے غصے سے بچنے کے لیے وہ ایسے بیانات دیتے ہیں جن سے ہر خاص وعام واقف ہے جبکہ اسی دوران ہوشیاری سے امریکی افواج کو ذلت ورسوائی کی دلدل سے بچانے کے لئے فوجی حکمت عملی ترتیب دے رہے ہیں وہ افواج جن کے پاس جدید ترین ہتھیار تو ہیں لیکن وہ بہادری کے اسلحے سے محروم ہیں۔


جہاں تک ٹرمپ انتظامیہ اور پاکستانی حکمرانوں کے مابین خاموش تعاون کا تعلق ہے تو اس کا مقصد طاقت اور ترغیب کو استعمال کرتے ہوئے افغان طالبان کو مذاکرات کی میز پر لانا ہے


یہ حکمران "ڈبل گیم" کی افواہیں پھیلا کر ہمیں دھوکہ دیتے ہیں جبکہ اسی دوران اُس سپلائی لائن کو مکمل اخلاص کے ساتھ برقرار رکھے ہوئے ہیں جو امریکی قابض افواج کی بقاء کے لیے شہ رگ کی حیثیت رکھتی ہے۔ جس سہارے کی بدولت خطے میں امریکی افواج کا وجود برقرار ہے اسے ختم کرنے کی بجائے یہ حکمران خاموشی سے اُس سہارے کو مضبوط کرنے کی کوشش کررہے ہیں جبکہ پاکستان میں ہونے والی تمام تر تباہی کی وجہ امریکہ کی زہریلی موجودگی ہی ہے اور اگر یہ زہر نہ نکالا گیا تو پاکستان مستقبل میں بھی تباہی و بربادی کا سامنا کرتا رہے گا۔

یہ گھٹیا حکمران ہمیں اُس دشمن کی خاطر دغا دیتے ہیں جو ہم سے مسلسل مطالبات کرتا ہے، ہمارے وسائل استعمال کرتا ہے، ہمیں شدید نقصان پہنچاتا ہے اور پھر اس کے بعد ہمیں شدید حقارت سے بے عزت بھی کرتا ہے۔ یہ پاکستانی حکمران ہمیں دھوکہ دینے کے لیے زور و شور سے امریکی اتحاد کے خلاف جھوٹے بیانات دیتے ہیں جبکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا، **يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَمَا يَخْدَعُونَ إِلَّا أَنفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ** "یہ (اپنے خیال میں) اللہ تعالیٰ اور مومنوں کو دھوکا دیتے ہیں لیکن دراصل وہ خود اپنے آپ کو دھوکا دے رہے ہیں مگر سمجھتے نہیں" (البقرة:9)۔ یہ خاموشی سے ہمارے دشمنوں کے ساتھ مل کر سازشوں کے جال بنتے ہیں جن سے دشمن کو ایسی کامیابی حاصل ہوتی ہے جو وہ خود اپنے بل بوتے پر کبھی حاصل نہیں کرسکتا جبکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے خبردار فرمایا، **سَيُصِيبُ الَّذِينَ أَجْرَمُوا صَغَارٌ عِنْدَ اللَّهِ وَعَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا كَانُوا يَمْكُرُونَ** "جو لوگ جرم کرتے ہیں ان کو اللہ کے ہاں ذلت اور عذابِ شدید ہوگا اس لیے کہ مکاریاں کرتے تھے" (الانعام:124)۔ یہ حکمران ہمارے اُس دشمن کے ساتھ مضبوط اتحاد بناتے ہیں جو ہمارے دین سے نفرت کرتا ہے، پوری دنیا میں مسلمانوں سے لڑتا ہے اور دوسروں کو ہم سے لڑنے کے لیے مدد فراہم کرتا ہے جبکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا، **إِنَّمَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ قَاتَلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَأَخْرَجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ وَظَاهَرُوا عَلَى إِخْرَاجِكُمْ أَنْ تَوَلَّوْهُمْ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ** "جن لوگوں نے دین کی وجہ سے تمہارے ساتھ قتال کیا اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکال دیا اور تمہارے نکالنے میں اوروں کی مدد کی، اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے

دوستی کرنے سے منع کرتا ہے، جو لوگ ان سے دوستی کرتے ہیں وہی ظالم ہیں" (الممتحنہ:9)۔ اور یہ حکمران دعویٰ کرتے ہیں کہ دشمنوں کے ساتھ اتحاد کے نتیجے میں امن اور خوشحالی آئے گی جبکہ درحقیقت یہ غربت و افلاس اور تباہی و بربادی کا یقینی راستہ ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے خبردار کیا، **مَثَلُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِن دُونِ اللَّهِ أَوْلِيَاءَ كَمَثَلِ الْعَنكَبُوتِ اتَّخَذَتْ بَيْتًا ۖ وَإِنَّ أَوْهَنَ الْبُيُوتِ لَبَيْتُ الْعَنكَبُوتِ ۖ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ** "جن لوگوں نے اللہ کے سوا (اوروں کو) کارساز بنا رکھا ہے اُن کی مثال مکڑی کی سی ہے کہ وہ بھی ایک (طرح کا) گھر بناتی ہے۔ اور کچھ شک نہیں کہ تمام گھروں سے کمزور مکڑی کا گھر ہے، کاش یہ (اس بات کو) جانتے" (العنکبوت:41)۔

**اے پاکستان کے مسلمانو!** ان حکمرانوں سے جان چھڑاؤ کیونکہ انھوں نے ہمیں چھوڑ دیا ہے اور ان کو ہٹانے کے لیے حزب التحریر کے شباب کے ساتھ کام کرو۔ آؤ کہ اب ہم ان کو ہٹا کر خلافت راشدہ کا قیام عمل میں لائیں جو اسلام کی بنیاد پر حکمرانی کرے گی اور اس طرح دنیا میں ہمیں عزت اور آخرت میں اونچا مقام ملے گا۔ یقیناً مسلمانوں کو اگر مضبوط و مستحکم کرنا ہے تو اس کا صرف ایک ہی یقینی طریقہ ہے اور وہ نبوت کے طریقے پر خلافت کا قیام ہے۔ صرف خلافت ہی اس سہارے کو کاٹ ڈالے گی جس کے ذریعے اس خطے میں امریکہ کی موجودگی کو یقینی بنایا گیا ہے۔ صرف خلافت ہی امریکی سفارت خانے کو بند کرے گی، امریکی فوجی امداد اور معاشی قرضوں کی زنجیروں کو توڑ دے گی اور اُس کی افواج کے لیے ہماری سرزمین سے گزرنے والی سپلائی لائن کو کاٹ ڈالے گی اور اس کی نجی "ریمنڈ ڈیوس" فوج اور انٹیلی جنس کو نکال باہر کرے گی۔ صرف خلافت ہی ہمارے زبردست وسائل کو اسلام اور مسلمانوں کے مفاد میں استعمال کرے گی۔ صرف خلافت ہی بکھری ہوئی مسلم ریاستوں کو ایک طاقتور ریاست میں یکجا کر کے اسے دنیا کی سب سے زیادہ باوسائل اور طاقتور ریاست بنا دے گی۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا، **الَّذِينَ يَتَّخِذُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِن دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ۚ أَيَبْتَغُونَ عِندَهُمُ الْعِزَّةَ فَإِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا** "جو

> **صرف خلافت ہی امریکی سفارت خانے کو بند کرے گی، امریکی فوجی امداد اور معاشی قرضوں کی زنجیروں کو توڑ دے گی اور اُس کی افواج کے لیے ہماری سرزمین سے گزرنے والی سپلائی لائن کو کاٹ ڈالے گی**

مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں کیا ان کے ہاں عزت حاصل کرنا چاہتے ہیں، تو عزت تو سب اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے" (النساء:139)۔

**اے افواج پاکستان میں موجود مسلمانو!** ان غدار حکمرانوں نے ہر حد عبور کر لی ہے اور مزید حدیں عبور کرنے کے لیے ہمارے دشمنوں کے ساتھ مل کر سازشیں تیار کر رہے ہیں۔

یہ دشمنوں کی خاطر آپ سے غداری کرتے ہیں اور آپ کے خون کو اُن کے ایسے مقاصد کے حصول کے لیے بے دریغ بہاتے ہیں جو وہ خود اپنے بل بوتے پر کبھی حاصل نہیں کر سکتے اور ساتھ ساتھ مذمتی بیانات کے ذریعے امریکہ سے اتحاد کے نتیجے میں ہونے والی تباہی و بربادی کو تسلیم بھی کرتے ہیں۔ یہ حکمران آپ کے سامنے اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں کہ یہ جنگ ہماری جنگ نہیں بلکہ امریکہ کی جنگ ہے اور اس کے باوجود امریکہ کی خدمت گزاری سے باز نہیں آتے۔ یہ آج بھی امریکہ کی بھرپور مدد کر رہے ہیں جبکہ امریکہ انتہائی ہلکے ہتھیاروں سے مسلح مگر جذبۂ جہاد سے سرشار قبائلی مسلمانوں کے سامنے کمزور پڑ چکا ہے اور یقیناً وہ آپ کے مقابلے میں کھڑا ہونے کی ہمت بھی نہیں کر سکتا۔ بس اب بہت ہو چکا!

آپ کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے عطاء کردہ طاقت وہ ذریعہ ہے جو پاک سرزمینِ پاکستان کو مزید نقصانات سے بچا سکتی ہے۔ آپ سے اس بات کا تقاضا ہے کہ مخلص افسران، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی رضا کے لیے، منظم منصوبے پر عمل کرتے ہوئے اقتدار ان غداروں سے چھین کر حزب التحریر کی مخلص اور باخبر قیادت کو دیں تاکہ وہ نبوت کے طریقے پر خلافت کا قیام عمل میں لائے۔

حزب التحریر کے ہاتھ کو مضبوطی سے تھام لیں اور اپنے اُن بھائیوں، انصارِ مدینہ کو یاد کریں جنہوں نے مدینہ میں اسلام کو ایک ریاست کی صورت میں قائم کیا تھا۔ اے بھائیو! اپنے اُن اسلاف کو خاص طور پر یاد کریں جنہوں نے مدینہ میں پہلی اسلامی ریاست کے قیام کے لیے رسول اللہ ﷺ کو مادی مدد (نصرة) فراہم کی تھی جیسا کہ سعد بن معاذؓ۔ جب سعد بن معاذؓ کا انتقال ہوا تو غم سے ان کی والدہ کے آنسو جاری ہو گئے

تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں بتایا، **لیرقأ (لینقطع) دمعك، ویذهب حزنك، فإن ابنك أول من ضحك الله له واهتز له العرش** "آپ کے آنسو تھم جائیں اور غم کم ہو جائے اگر آپ یہ جان لیں کہ آپ کا بیٹا وہ پہلا شخص ہے جس کے لیے اللہ نے تبسم فرمایا اور اُس کا تخت ہل گیا" (طبرانی)۔ اے بھائیو! کیا وقت نہیں آگیا کہ آپ بھی سعد بن معاذؓ کی پیروی کریں؟ بھائیو! قدم بڑھاؤ اور لبیک کہو۔

حزب التحریر

ولایہ پاکستان

22 ربیع الثانی 1439 ہجری

9 جنوری 2018

**ختم شد**

بقیہ صفحہ 46 سے

**"القدس (یروشلم) مسلمانوں کے دلوں اور دماغوں میں بسا ہوا ہے اور ٹرمپ کے بیانات پر ان امریکی ایجنٹوں کی خاموشی اور امریکہ کے لئے اطمینان بخش ایجنٹ بنے رہنے پر اصرار ان کے لیے بڑا مسئلہ بنا ہوا ہے۔۔۔ ایران کے خلاف ٹرمپ کا بیان ان ایجنٹوں کے کردار کو سہارا عطا کرتا ہے جس کا سہارا لے کر وہ ٹرمپ کے القدس کے متعلق بیانات آنے کے باوجود اسے اپنے امریکی ایجنٹ بنے رہنے کے لیے عذر کے طور پر پیش کریں۔۔۔ یہ کہہ کر کہ ٹرمپ ایران کے خلاف کھڑا ہے جو کہ ہمارا کٹر دشمن ہے۔ اس (مشترکہ خطرے) کو اپنی امریکی ایجنٹی کے لیے عذر بنانا جرم کرنے سے زیادہ خطرناک ہے** ﴿قَاتَلَهُمُ اللَّهُ أَنَّى يُؤْفَكُونَ﴾ اللہ انہیں غارت کرے، یہ کس دھوکہ میں مبتلاء ہیں (المنافقون: 4)"۔

7۔ ایران کی داخلی صورتحال اور اس پر غیر ملکی بیانات بالخصوص امریکی بیانات کی یہ اغلب وضاحت ہے۔

خلاصہ یہ ہے، کافر استعماری ممالک کا مسلمان ملکوں کے مستقبل کے ساتھ کھلواڑ کرنا صرف اس لئے ممکن ہے کیونکہ ان پر آج "رُویبضہ" حکمران حکومت کرتے ہیں جو مسلمانوں اور اسلام کے دشمنوں سے وفادار ہیں اور ان کی اطاعت و تابعداری کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اس فتنے کے متعلق متنبہ کیا تھا جیسا کہ مسند احمد میں ابوہریرہؓ سے روایت کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا، «إِنَّهَا سَتَأْتِي عَلَى النَّاسِ سِنُونَ خَدَّاعَةٌ يُصَدَّقُ فِيهَا الْكَاذِبُ وَيُكَذَّبُ فِيهَا الصَّادِقُ وَيُؤْتَمَنُ فِيهَا الْخَائِنُ وَيُخَوَّنُ فِيهَا الْأَمِينُ وَيَنْطِقُ فِيهَا الرُّوَيْبِضَةُ قِيلَ وَمَا الرُّوَيْبِضَةُ قَالَ السَّفِيهُ يَتَكَلَّمُ فِي أَمْرِ الْعَامَّةِ» "لوگوں پر عنقریب دھوکہ دہی کے سال گزریں گے جس میں جھوٹوں کو صادق سمجھا جائے گا اور صادق کو جھوٹا سمجھا جائے گا، خائنوں کو امانت دار سمجھا جائے گا اور امین کو خائن سمجھا جائے گا اور رویبضہ معاملات کو طے کریں گے۔ پوچھا گیا کہ رویبضہ کون ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا، گھٹیا لوگ جنہیں عوامی امور پر دسترس حاصل ہو جائے گی" حاکم نے اس حدیث کو مستدرک میں صحیح کے درجہ پر روایت کیا ہے۔

اس امت کی برائی اس کے حکمرانوں میں ہے لیکن یہ بہترین امت ہے جو تمام انسانوں کی طرف بھیجی گئی ہے اور یہ ان رویبضہ حکمرانوں کی ظالمانہ حکومت کی خاطر زیادہ مدت تک خاموش نہیں رہے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خلافت راشدہ کی واپسی کی خوشخبری و بشارت سنائی ہے جیسا کہ مسند امام احمد اور طیالیسی میں حذیفہ بن یمانؓ سے مروی ہے کہ «... ثُمَّ تَكُونُ مُلْكًا جَبْرِيَّةً، فَتَكُونُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ تَكُونَ، ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَرْفَعَهَا، ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةٌ عَلَى مِنْهَاجِ نُبُوَّةٍ»، "اور پھر ظالمانہ حکمرانی کا دور ہو گا جسے جب تک اللہ چاہے گا باقی رکھے گا اور پھر اس دور کو ختم کر دے گا اور پھر اس کے بعد نبوت کے منہج پر خلافت قائم ہو گی"۔

وَيَقُولُونَ مَتَى هُوَ قُلْ عَسَى أَنْ يَكُونَ قَرِيبًا

"اور وہ پوچھتے ہیں ایسا کب ہو گا؟ کہو شاید ایسا عنقریب ہے" (الاسرا: 51)

24 ربیع الآخر 1439 ہجری

11 جنوری 2018

**ختم شد**

# ریاستِ خلافت میں حکمرانی کی کمزوری کے اسباب

تحریر: عثمان عادل

یہ بات شک و شبہ سے بالا تر ہے کہ اسلامی ریاستِ خلافت نہایت شاندار اور پُر شکوہ ریاست تھی جو ایک مستحکم اور موثر نظامِ حکومت رکھتی تھی۔ اگرچہ مسلمانوں نے اپنے ابتدائی دور میں ہی اس وقت کی دو سپر پاورز یعنی روم و ایران کو مسخر کر لیا تھا جن کی اپنی تہذیب اور طرزِ حکمرانی تھا مگر مسلمانوں نے حکومت کو چلانے اور ریاستی اداروں کو استوار کرنے کے لیے اس وقت کی اِن عظیم سلطنتوں میں رائج نظاموں کی طرف رجوع نہیں کیا اور نہ ہی انہیں اس کی کوئی ضرورت تھی کیونکہ ان کا نافذ کردہ نظام اور ریاستی ڈھانچہ سب کا سب قرآن و سنت سے اخذ کردہ تھا اور یہی اس ریاست کی مضبوطی کی بنیاد تھا۔

تاہم تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اسلامی ریاست میں حکمرانی کے مسائل نے جنم لیا اور حکمرانی کے بحران پیدا ہوئے۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ یہ حکمرانی رفتہ رفتہ کمزور ہوتی گئی، ریاستِ خلافت شکست و ریخت کا شکار ہوئی یہاں تک کہ اس کا انہدام ہو گیا۔

وہ کیا عوامل تھے کہ جو ریاستِ خلافت کی حکمرانی کو کمزور کرنے کا باعث بنے اور آج خلافت کے دوبارہ قیام کے بعد اس کی حکمرانی کو مستحکم رکھنے اور کمزور ہونے سے بچانے کے لیے ریاستِ خلافت کی اس تاریخ میں ہمارے لیے کیا سبق ہے، اس مضمون میں ہم اس بات کو جاننے کی کوشش کریں گے۔ اس مضمون کا مقصد خلافت کی کمزوری کے تمام تر عوامل اور ریاستِ خلافت کے انہدام کی تمام تر وجوہات کا احاطہ کرنا نہیں، بے شک یہ ایک وسیع موضوع ہے، پس ہم اپنے موضوع کو صرف حکمرانی اور حکومتی نظام تک ہی محدود رکھیں گے۔ ہم اس سوال کا جواب حاصل کرنے کی کوشش بھی کریں گے کہ کیا خلافت میں جنم لینے والے

> یہ بات شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ اسلامی ریاستِ خلافت نہایت شاندار اور پُرشکوہ ریاست تھی جو ایک مستحکم اور موثر نظامِ حکومت رکھتی تھی اور جس کا ریاستی ڈھانچہ سب کا سب قرآن و سنت سے اخذ کردہ تھا اور یہی اس ریاست کی مضبوطی کی بنیاد تھی

اِن بحرانوں کی بنا پر کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ آج کے ترقی یافتہ دور میں انسانی عقل اور تجربے سے حاصل ہونے والے نتائج سے استفادہ کرتے ہوئے ریاستِ خلافت کے ڈھانچوں اور حکمرانی سے متعلق قوانین میں تبدیلی کی جانے چاہیے۔

جیسا کہ خلافتِ راشدہ کے بعد حکمرانی کے موروثی بن جانے اور نتیجتاً مسندِ خلافت کم اہلیت کے لوگوں کے ہاتھ میں چلے جانے کی بنا پر کچھ لوگ یہ رائے رکھتے ہیں کہ آج کے جمہوری سیٹ اَپ کی طرح خلیفہ کی مدتِ خلافت بھی چند سالوں تک محدود ہونی چاہیے۔

اور وہ اس رائے کو اجتہاد کا نام دیتے ہیں۔ تو اسلام میں ایسے 'اجتہاد' کی کس حد تک گنجائش ہے؟ کیا ماضی کے ریاستی ڈھانچے سے ہٹ کر آج کوئی نیا ریاستی ڈھانچہ تشکیل نہیں دیا جا سکتا۔ اگر نہیں، اور اسلام کے نظامِ حکمرانی کو من و عن نافذ کیا جانا چاہیے تو کیا آج یہ دوبارا انہی مسائل کو جنم نہیں دے گا کہ جن کا ماضی میں مشاہدہ ہو چکا ہے۔

ان سوالات کے درست جوابات حاصل کرنے کے لیے ہم سب سے پہلے ان عوامل پر نظر ڈالتے ہیں کہ جن کی وجہ سے ماضی میں حکمرانی کمزوری سے دوچار ہوئی یا ریاستِ خلافت میں مختلف بحرانوں نے جنم لیا۔

### 1) ولایتِ عامہ اور والیوں کی خود مختاری

اسلام میں صوبوں کے والی یعنی گورنر دو قسم کے ہوتے ہیں، ایک والیٔ عام اور دوسرا والیٔ خاص۔ والی عام ایسا والی ہوتا ہے جو صوبے کے تمام حکومتی معاملات کا ذمہ دار ہوتا ہے اور خلیفہ اسے وسیع اختیارات کے ساتھ حکمران مقرر کرتا ہے، صوبے میں فوج، عدلیہ اور اموال اسی کے ماتحت ہوتے ہیں۔ جبکہ والی خاص ایسا والی ہوتا ہے جسے کچھ شعبوں کے اختیارات حاصل ہوتے ہیں۔ خلیفہ کے لیے جائز ہے کہ صوبے پر ایک ہی والیٔ عام مقرر کرے اور تمام تر محکمے اس کے ماتحت ہوں یا ایک صوبے پر دو یا دو سے زیادہ والیٔ خاص مقرر کرے جن کا اپنا اپنا دائرہ اختیار ہو۔ مثال کے طور پر

ایک شخص کو صرف صوبے کے مالیاتی امور پر والی مقرر کیا جائے جبکہ حکمرانی کے باقی امور ایک اور والی کے تحت ہوں یا کسی والی کو مالیات، عدلیہ اور عسکری امور کے علاوہ دیگر معاملات کیلئے مقرر کیا جائے جبکہ یہ امور علیحدہ علیحدہ والیوں کے تحت ہوں۔

تاہم تاریخ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ صوبوں پر والیٔ عام کی تقرری ریاست کی کمزوری کا باعث بن سکتی ہے۔ جیسا کہ حضرت امیر معاویہ کے معاملے میں ہوا۔ عثمانؓ کی شہادت کے بعد علیؓ کے دورِ خلافت میں حکمرانی کے شدید بحران نے اس وقت جنم لیا جب امیر معاویہ نے علیؓ کی اتھارٹی کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور ان کے خلاف بغاوت کر دی جو کہ بعد میں جنگ صفین کا موجب بنی۔ حکمرانی کے اس بحران کی وجہ سے اسلامی ریاست اندرونی مسائل میں اُلجھ گئی، ریاست کی توجہ خارجہ پالیسی سے ہٹ گئی اور جہاد کے ذریعے اسلامی ریاست کی سرحدوں کا پھیلاؤ تقریباً رک گیا۔

امیر معاویہ علیؓ کی اتھارٹی کو چیلنج کرنے کے قابل اس وجہ سے ہوئے کہ انہیں شام کے صوبے میں ولایتِ عامہ حاصل تھی۔ امیر معاویہ کو عمرؓ نے اپنے دورِ خلافت میں شام کے صوبے پر والی مقرر کیا تھا۔ شام اسلامی ریاست کا اہم صوبہ تھا جس کی سرحدیں رومی سلطنت سے لگتی تھیں اور یہاں پر ایک قابل اور مضبوط شخص کے تقرر کی ضرورت تھی جسے حکمرانی کے وسیع اختیارات حاصل ہوں تاکہ رومیوں کی طرف سے کسی بھی پیش قدمی کا فوری اور مؤثر جواب دیا جا سکے۔ عمرؓ نے حضرت امیر معاویہ کو اس ذمہ داری کے لیے چُنا۔ عمرؓ والیوں پر کڑی نظر رکھتے تھے اور ان کا سخت محاسبہ کرتے تھے۔ عثمانؓ کی شہادت کے بعد جب علیؓ خلیفہ مقرر ہوئے تو انہوں نے اپنی حکمرانی کے ابتدائی ایام میں ہی بڑے پیمانے پر والیوں کو تبدیل کرنا شروع کیا جبکہ باغیوں کے ہاتھوں عثمانؓ کی شہادت کی وجہ سے پیدا ہونے والی صورتِ حال کے باعث ان کی اپنی حکمرانی ابھی مستحکم نہیں ہوئی تھی۔ امیر معاویہ بھی تبدیل کیے جانے والے والیوں میں سے ایک تھے، تاہم امیر معاویہ نے نہ صرف اپنی معزولی کو تسلیم کرنے سے

**والی کو ولایتِ عامہ تفویض کرنا اسلامی ریاست کے لیے نقصان کا موجب بن سکتا ہے۔ لہٰذا والی کو ولایت خاصہ تفویض کی جانی چاہیے جو اسے خلیفہ کی ماتحتی سے آزاد ہونے سے باز رکھے**

انکار کر دیا بلکہ شام کے صوبے میں اپنے اقتدار کو علیؓ کی خلافت کو چیلنج کرنے کا ذریعہ بنایا۔

پھر عباسی خلفاء کے دورِ زوال میں بھی ایسا ہی ہوا کہ جب صوبوں کے والیوں کو ولایتِ عامہ حاصل تھی تو صوبے خود مختار ہو گئے تھے اور ان پر خلیفہ کی اتھارٹی کم ہو کر محض اس قدر رہ گئی تھی کہ ان کے لیے جمعہ و عیدین کے خطبات میں دعا کی جائے اور جو سکے جاری کیے جائیں ان پر خلیفہ کا نام کندہ ہو۔

حاصل کلام یہ کہ والی کو ولایتِ عامہ تفویض کرنا اسلامی ریاست کے لیے نقصان کا موجب بن سکتا ہے۔ لہٰذا والی کو ولایت خاصہ تفویض کی جانی چاہیے جو اسے خلیفہ کی ماتحتی سے آزاد ہونے سے باز رکھے۔

جو چیز ولایہ کو ریاست سے جدا کرنے میں بنیادی کردار ادا کرتی ہے وہ افواج، اموال اور عدلیہ کا والی کے ہاتھ میں ہونا ہے۔

کیونکہ افواج قوت کا ذریعہ ہیں، اموال کی حیثیت ایسے ہی ہے جیسے کہ جسم میں خون کی ہوتی ہے اور عدلیہ کے ذریعے حدود کا نفاذ اور حقوق کا تحفظ ممکن ہوتا ہے۔ ان تینوں امور کو والی کے ہاتھ میں دینا ولایہ کے ریاست سے جدا ہونے کا سبب پیدا کرنا اور ریاست کی اتھارٹی کو کمزور بنانا کا سبب بن سکتا ہے۔ پس حزب نے ریاستِ خلافت کے لیے تیار کردہ مسودہ دستور کی شق نمبر 54 میں اس بات کی صراحت کی ہے :

**والی کو خلیفہ کے نائب ہونے کی وجہ سے اپنی ولایہ میں حکمرانی اور ولایہ کے محکموں کی نگرانی کا اختیار حاصل ہوگا۔ اس کو اپنے ولایہ میں محکمہ مالیات، قضاء (عدلیہ) اور فوج کو چھوڑ کر باقی تمام محکموں کے اوپر تمام اختیارات حاصل ہوں گے۔**

2) والیوں کا ایک ہی ولایہ پر طویل عرصے تک مامور رہنا:

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا کہ حکمرانی کا وہ بحران جس نے اسلامی ریاست کو ہلا کر رکھ دیا وہ حضرت امیر معاویہ کی قیادت میں شام کے اہم صوبے کی خلافت سے علیحدگی تھی۔ اوپر ہم نے بیان کیا کہ کس طرح امیر معاویہ کو ولایتِ عامہ حاصل ہونے نے اس میں اہم کردار ادا کیا

۔ وہ دوسری چیز جو اس میں مدد و معاون ثابت ہوئی وہ امیر معاویہ کا طویل عرصے تک شام کے والی کے طور پر برقرار رہنا تھا۔ امیر معاویہ عمرؓ کے دور میں والی بنے اور عثمانؓ کے پورے دورِ خلافت میں والی کے طور پر کام کرتے رہے۔ یوں وہ تقریباً دو دہائیوں تک صوبے کے حاکم تھے اور انہیں حکمرانی کے تمام تر اختیارات حاصل تھے۔ اس طویل دورِ حکمرانی نے امیر معاویہ کو یہ موقع فراہم کیا کہ وہ صوبے میں اپنے اقتدار کی جڑیں مضبوط کر لیں۔ اس طویل دورِ اقتدار کا نتیجہ یہ بھی نکلا کہ بلادِ شام کے لوگ ان کی شخصیت سے منسلک ہو گئے اور ان کی وفاداری ریاست سے زیادہ امیر معاویہ کے ساتھ ہو گئی۔ چنانچہ جب انہوں نے علیؓ کے خلاف صف آرا ہونے کا فیصلہ کیا تو تمام صوبہ ان کے اس فیصلے کی پشت پر کھڑا تھا اور صوبے کے لوگوں نے آپ کا بھرپور ساتھ دیا۔

چنانچہ بہتر یہ ہے کہ کچھ سالوں کے بعد صوبے کے والی کو اس کی ذمہ داری سے سبکدوش کر دیا جائے اور اس کی بجائے نیا والی مقرر کر دیا جائے۔ اسی طرح اگر صوبے میں موجود لوگوں کی نمائندہ مجلسِ ولایہ کی اکثریت اپنے والی سے ناراضی کا اظہار کرے تو خلیفہ والی کو برطرف کردے ۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے بحرین میں اپنے والی علاء بن حضرمی کو اس لئے معزول کردیا تھا کیونکہ عبد قیس کے وفد نے علاء بن حضرمی کی شکایت کی تھی۔ اس بنا پر حزب نے ریاستِ خلافت کے لیے تیار کردہ اپنے مسودۂ دستور میں بیان کیا ہے:

**ایک ولایہ پر ایک ہی شخص کا طویل مدت تک والی رہنا مناسب نہیں۔ خاص طور پر جب وہ کسی ولایہ میں مرکزی شخصیت بن جائے یا اس کی وجہ سے لوگوں کے فتنے میں پڑنے کا خطرہ ہو۔**

اور

**جب خلیفہ والی کو معزول کرنا مناسب سمجھے تو اسے معزول کر سکتا ہے۔ یا پھر مجلسِ امت اس پر عدمِ اعتماد کا اظہار کر دے، یا مجلس اس سے ناراضگی کا اظہار کرے، تو اسے معزول کیا جائے گا۔**

> اسلام میں ولی عہدی کا کوئی تصور نہیں ہے۔ یعنی کوئی شخص خلیفہ کے انتقال کے بعد محض اس بنیاد پر خودبخود خلیفہ قرار نہیں پاتا کہ سابق خلیفہ نے اسے اپنا ولی عہد نامزد کیا تھا

## 3) ولی عہدی کا آغاز اور خلافت کا ایک ہی خاندان میں محدود ہو جانا

ولی عہدی کے متعلق پہلے ہم یہ واضح کر دیں کہ اسلام میں ولی عہدی کا کوئی تصور نہیں ہے۔ یعنی کوئی شخص خلیفہ کے انتقال کے بعد محض اس بنیاد پر خودبخود خلیفہ قرار نہیں پاتا کہ سابق خلیفہ نے اسے اپنا ولی عہد نامزد کیا تھا۔ خلفائے راشدین کے چناؤ کے سرسری جائزے سے بعض لوگ اس بارے میں کنفیوژن کا شکار ہو جاتے ہیں اور یہ استدلال پیش کرتے ہیں کہ ابو بکرؓ نے بھی تو عمرؓ کو اپنے بعد خلیفہ مقرر کیا تھا اور پھر عمرؓ نے اپنی طرف سے چھ افراد کو نامزد کر دیا تھا اور تمام صحابہؓ اس پر خاموش رہے تھے اور ان کا یہ سکوت اس بات پر اجماع ہے کہ جانشین مقرر کرنا جائز ہے۔ تاہم یہ استدلال درست نہیں اس لیے کہ ابو بکرؓ نے بذاتِ خود اپنے بعد خلیفہ مقرر نہیں کیا تھا، بلکہ مسلمانوں نے ان سے تقاضا کیا کہ وہ کسی کو اپنی جگہ مقرر کر جائیں۔ امت کا یہ تقاضا دراصل امت کی طرف سے خلیفہ کے تقرر کا اختیار ابو بکرؓ کو سونپنا تھا کہ وہ امت کی نمائندگی کرتے ہوئے امت کے نمائندے کے طور پر خلیفہ کے چناؤ کا کام سرانجام دیں۔ اور پھر ابو بکرؓ نے لوگوں سے مشورہ کیا کہ وہ کسے خلیفہ بنانا چاہتے ہیں؟ اور اسکے نتیجے میں ابو بکرؓ نے علیؓ اور عمرؓ کو نامزد کیا۔ اس کے بعد لوگوں نے ابو بکرؓ کی زندگی ہی میں تین ماہ کے دوران اکثریت کے ساتھ عمرؓ کو منتخب کر لیا۔ پھر لوگوں نے ابو بکرؓ کی وفات کے بعد عمرؓ کی بیعت کی، تب جا کر عمرؓ کی خلافت قائم ہوئی۔

بیعت سے پہلے عمرؓ خلیفہ نہیں تھے اور ابو بکرؓ کی نامزدگی اور مسلمانوں کے انتخاب سے خودبخود ان کی خلافت قائم نہیں ہوئی تھی۔ بلکہ یہ خلافت اس وقت قائم ہوئی تھی جب مسلمانوں نے رضامندی و اختیار سے آپکی بیعت کی تھی اور عمرؓ نے خلیفہ بننا قبول کیا۔ اسی طرح عمرؓ نے اپنے زخمی ہونے کے بعد جن چھ افراد کو مقرر کیا تھا تو وہ مسلمانوں کی درخواست پر کیا تھا۔ پھر علیؓ کو اس شرط پر خلیفہ منتخب کیا گیا کہ وہ ابو بکرؓ و

عمرؓ کے طریقے پر کاربند رہیں گے، بصورتِ دیگر (یعنی اس شرط پر علیؓ کے انکار کی صورت میں) عثمانؓ خلیفہ بنیں گے ۔ جب علیؓ نے ابو بکرؓ اور عمرؓ کے طریقے پر کاربند رہنے کی پابندی کو قبول کرنے سے معذرت کی تو عبد الرحمن بن عوفؓ نے (اسی شرط پر) عثمانؓ کی بیعت کرلی۔ چنانچہ دوسرے لوگوں نے بھی پھر ان کی بیعت کی۔ یوں عثمانؓ کی خلافت لوگوں کی بیعت سے قائم ہوئی، نہ کہ عمرؓ کی نامزدگی سے، اور نہ محض لوگوں کے انتخاب سے۔ اور اگر لوگ ان کی بیعت نہ کرتے یا عثمانؓ اسے قبول نہ کرتے تو ان کی خلافت بھی قائم نہ ہوتی۔ چنانچہ خلیفہ کے لیے مسلمانوں کی بیعت ضروری ہے اور خلافت ولی عہد یا جانشین مقرر کرنے سے قائم نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ یہ حکمرانی کا عقد(contract) ہے اور اس پر دیگر شرعی معاہدات کی طرح معاہدات سے متعلق شرعی احکامات کا اطلاق ہوتا ہے۔

ولی عہدی کی رسم کو سب سے پہلے اسلامی تاریخ میں امیر معاویہ نے ایجاد کیا جب انہوں نے اپنی زندگی میں ہی اپنے بیٹے یزید کو اپنا جانشین مقرر کیا اور اپنی زندگی میں ہی اس کے لیے امت سے بیعت حاصل کرنے کی کوشش کی۔ تاہم امت نے ولی عہدی کے ذریعے خلیفہ کے تقرر کے عمل کی سخت مزاحمت کی جیساکہ تاریخ کی کتابوں میں تفصیل سے مذکور ہے۔ حرہ کا واقعہ اس کی واضح مثال ہے۔ یزید کی جانشینی اور اس کے بعد امام حسینؓ کی شہادت نے اسلامی ریاست کو شدید دھچکا پہنچایا۔ اس کے بعد خلافت کے تمام ادوار میں کوئی شخص بیعت کے بغیر محض جانشینی سے خلیفہ نہیں بنا تاہم سیاسی اثر ورسوخ رکھنے والے خاندانوں کی طرف سے خلافت کو ایک ہی خاندان میں محدود کرنے کی کوششیں جاری رہیں۔ چنانچہ خلافت اموی پھر عباسی اور اس کے بعد عثمانی خاندان میں محدود رہی۔ خلفاء خلافت کو اپنے خاندان میں ہی باقی رکھنے کے لیے اپنی

ولی عہدی کی رسم کو سب سے پہلے اسلامی تاریخ میں امیر معاویہ نے ایجاد کیا جب انہوں نے اپنی زندگی میں ہی اپنے بیٹے یزید کو اپنا جانشین مقرر کیا اور اپنی زندگی میں ہی اس کے لیے امت سے بیعت حاصل کرنے کی کوشش کی

زندگی میں اپنے ہی بیٹے، بھائی، یا کسی خاندان والے کو ولی عہد نامزد کردیتے تھے اور پھر خلیفہ کے انتقال کے بعد عوام اس کی بیعت کرلیتے تھے۔ عوام صرف اُسی شخص کو بیعت دے سکتے تھے جسے خلیفہ نے نامزد کرکے ولی عہد بنا دیا ہوتا تھا، شاذ و نادر ہی کبھی عوام اس کے خلاف بیعت کرپائے۔ اس صورتِ حال کا ردِ عمل یہ ہوا کہ عام لوگوں یا کسی سیاسی گروہ کے لیے خلافت کا منصب حاصل کرنے کا کوئی سیاسی راستہ نہ رہا نتیجتاً وہ اس منصب کے حصول کے لیے عسکری جدوجہد کی طرف مائل ہوئے۔ چنانچہ اسلامی ریاست میں مختلف گروہ اٹھےاور انہوں نے اتھارٹی اور حکمرانی کو حاصل کرنے کے لیے عسکری ذرائع اپنائے۔ عباسی کھڑے ہوئے اور انہوں نے فارس اور عراق پر قبضہ کر لیا تاکہ تمام ریاست پر حاوی ہونے کیلئے اِن علاقوں کو نقطۂ آغاز بنائیں اور حکومت کو خاندانِ بنو ہاشم میں لے آئیں۔ ان کے بعد فاطمی آئے اور مصر کے صوبے پر قبضہ کر کے وہاں سے پوری ریاست پر نظریں جما لیں تاکہ وہ اپنے اسماعیلی افکار، جو خلافِ شریعت تھے، کی بنیاد پر حکمرانی کو قائم کر سکیں۔ اس سیاسی کشمکش سے ایک طرف تو اسلامی ریاست کو جھٹکا لگا اور فتوحات کا سلسلہ کسی حد تک معطل ہوگیا اور ریاست اندرونی معاملات میں الجھ گئی، تودوسری جانب اس کے باعث اقتدار کا دوسرا مرکز وجود میں آیا اور مسلمانوں کی ریاست تقسیم ہو گئ جبکہ مسلمانوں کیلئے یہ جائز ہی نہیں کہ اُن کے ایک سے زیادہ حکمران ہوں۔

اس طرح بیعت سے متعلق حکمِ شرعی کا غلط نفاذ مسلمانوں کو اپنی پسند کے شخص کو بیعت دینے کے حق سے محروم کرنے کا سبب بنا اور ریاست کی کمزوری کا باعث بنا۔ البتہ یہ کمزوری اُس دور میں ظاہر نہ ہوئی جب تک ریاست فی نفسہ مضبوط تھی، لیکن جب اُس کی طاقت کمزور پڑی تو اس کے اثرات بھی ظاہر ہوگئے۔ حزب اپنے مسودۂ دستور میں بیان کرتی ہے:

**صرف وہی شخص خلیفہ ہو سکتا ہے جسے مسلمان منتخب کریں۔ کسی بھی شخص کو خلیفہ کے اختیارات اس وقت حاصل ہوں گے جب دوسرے شرعی عقود کی طرح اس کی بیعت کا عقد شرعی طور پر مکمل ہو جائے۔**

اور

**ہر عاقل و بالغ مسلمان کو، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، خلیفہ کے انتخاب میں حصہ لینے اور خلیفہ کی بیعت کرنے کا حق حاصل ہے**

4) خلیفہ کے چناؤ کے لیے متعین اسلوب کی عدم موجودگی

جس چیز نے خلافت کو ایک ہی خاندان میں محدود کرنے میں مدد فراہم کی وہ یہ امر تھا کہ خلیفہ کے چناؤ کے لیے ایک واضح اور مخصوص اسلوب کا تعین نہیں کیا گیا کہ جس سے صاف طور پر یہ ظاہر ہو جائے کہ امت کی اکثریت کی رائے کیا ہے، اور امت کس شخص کو خلیفہ کے منصب پر دیکھنا چاہتی ہے۔

اگرچہ شرع نے خلیفہ کے تقرر کے لیے متعین طریقہ کار دیا ہے جو بیعت کا طریقہ ہے مگر بیعت سے قبل یہ معلوم کرنا کہ لوگوں کی اکثریت کسے بیعت دینا چاہتی ہے اس کے لیے اسلوب کا تعین درکار ہے تاکہ کوئی ابہام پیدا نہ ہو اور کوئی سیاسی صورتِ حال کو اپنے حق میں کرنے کے لیے جوڑ توڑ کی سیاست میں کہیں مگن نہ ہو جائے۔ خلفائے راشدین کے دور میں مسلمانوں کو ایک اسلوب متعین کرنے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی کیونکہ اس وقت اہلِ حل و عقد معلوم تھے کہ جن کی رائے سیاسی امور میں امت کی رائے کی نمائندگی کرتی تھی، یہ صحابہ کرام کا گروہ تھا۔ اور اس وقت مسلمان تقویٰ کے اعلیٰ درجے پر فائز تھے، چناؤ صحابہ کے درمیان تھا اور وہ سب کے سب عادل تھے۔ پس ایسا ہوا کہ چاروں خلفائے راشدین کے چناؤ کے لیے مختلف اسلوب اپنایا گیا اگرچہ خلیفہ کی تقرری کا طریقہ کار ایک ہی تھا یعنی بیعت کا طریقہ۔ چنانچہ ابو بکرؓ کی مرتبہ انصار اور مہاجرین سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے تاکہ یہ معلوم کر سکیں کہ ان کی اکثریت کسے خلیفہ بنانا چاہتی ہے۔ عمرؓ کی مرتبہ امت نے چناؤ کا اختیار ابو بکرؓ کو سونپ دیا اور انہوں نے امت کی نمائندگی کرتے ہوئے معلوم

> **خلفائے راشدین کے بعد کے ادوار میں ایسا ہوا کہ خلافت کو ایک ہی خاندان میں محدود کرنے کی کوشش کی گئی**

کیا کہ لوگوں کی رائے کس شخص کے حق میں سب سے زیادہ ہے۔ عثمانؓ کی مرتبہ عمرؓ نے امت کی نمائندگی کرتے ہوئے چناؤ کو چھ لوگوں میں محدود کر دیا جو عشرہ مبشرہ تھے کہ وہ اپنے میں سے جسے چاہیں خلیفہ کے طور پر منتخب کریں اور پھر ان کے منتخب کردہ دو اصحاب میں سے ایک یعنی عثمانؓ کو مدینہ کے لوگوں نے بیعت دے کر خلیفہ بنایا۔ علیؓ کی مرتبہ ان کا مدمقابل کوئی نہیں تھا اور مدینہ و کوفہ کے لوگوں نے براہِ راست ان کی بیعت کی تھی۔ تو یہ وہ مختلف اسلوب تھے کہ جو اس بات کو معلوم کرنے کے لیے اختیار کیے گئے کہ لوگوں کی اکثریت کسے خلیفہ کے طور پر پسند کر رہی ہے۔

تاہم بعد میں سیاسی صورتِ حال میں تبدیلی آ گئی۔ سیاسی مرکز ایک سے زیادہ بن گئے۔ علیؓ کے چناؤ کے وقت مدینہ کے علاوہ کوفہ بھی ایک سیاسی مرکز تھا۔ اور پھر امیر معاویہ کے دور میں شام بھی ایک سیاسی مرکز بن گیا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ لوگوں کے تقویٰ کا وہ اعلیٰ معیار باقی نہ رہا جو کہ خلفائے راشدین کے دور میں تھا۔ چنانچہ بعد کے ادوار میں ایسا ہوا کہ خلافت کو ایک ہی خاندان میں محدود کرنے کی کوشش کی گئی جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا، اور لوگوں کی رائے اُس کھلے اور واضح طریقہ سے معلوم نہیں کی گئی کہ جیسے اس کا حق ہے۔ خلیفہ کے چناؤ کا ایک جامع اسلوب متعین نہ کرنا اس کی بنیادی وجہ تھا۔ چنانچہ ماضی سے سبق حاصل کرتے ہوئے آج ضروری ہے کہ خلیفہ کی تقرری کے عمل کے دوران خلافت کے مسلمان شہریوں کی رائے معلوم کرنے کے لیے ایک خاص اسلوب متعین کر دیا جائے تاکہ کسی قسم کا ابہام نہ ہو اور نہ ہی کوئی اسلوب کے عدم تعین کی وجہ سے اپنے لیے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرے۔

حزب نے اس مسئلے پر گہری تدریس کی، خلفائے راشدین کے چناؤ کے لیے اختیار کردہ مختلف اسالیب کا جائزہ لیا، اور اس بات کا بھی جائزہ لیا کہ شرعی احکامات کی روشنی میں خلیفہ کی تقرری کے عمل میں ریاستِ خلافت کے مختلف اداروں کا کردار کیا ہوگا اور پھر اپنے مسودۂ دستور میں خلیفہ کے چناؤ کے لیے مندرجہ ذیل اسلوب اختیار کیا:

**دفعہ نمبر 33: (نئے خلیفہ کے تقرر کے سلسلے میں) عبوری امیر کا تقرر کیا جائے گا جو کہ مسلمانوں کے**

امور کی دیکھ بھال کرے اور منصبِ خلافت کے خالی ہونے کے بعد نئے خلیفہ کے تقرر کے عمل کا آغاز کرے، جو کہ یہ ہو گا:

۱) سابق خلیفہ جب یہ محسوس کرے کہ اس کی موت کا وقت قریب ہے یا وہ استعفیٰ دینا چاہتا ہو، تو اس صورت میں اسے حق حاصل ہے کہ وہ عبوری امیر کا تقرر کرے۔

ب) اگر عبوری امیر کے تقرر سے قبل خلیفہ کا انتقال ہو جائے یا وہ استعفیٰ دے دے یا خلیفہ کے انتقال یا استعفیٰ کے علاوہ کسی اور وجہ سے منصبِ خلافت خالی ہو جائے تو وہ معاون جو معاونین میں سب سے عمر رسیدہ ہو گا، وہ عبوری امیر ہو گا۔ ماسوائے یہ کہ وہ معاون بذاتِ خود خلافت کا امیدوار ہو۔ ایسی صورت میں وہ معاون عبوری امیر ہو گا جو عمر میں اس سے کم ہو، علیٰ ھذا القیاس۔

ج) اگر تمام تر معاون خلافت کے امیدوار ہوں، تو پھر وزراء تفیذ میں سے سب سے عمر رسیدہ معاون عبوری امیر ہو گا، علیٰ ھذا القیاس۔

د) اگر تمام تر وزراء تفیذ خلافت کے امیدوار ہوں، تو وزراء تفیذ میں سے سب سے کم عمر وزیر ہی عبوری امیر ہو گا۔

ھ) عبوری امیر کو احکامات کی تبنی کا اختیار حاصل نہیں ہو گا۔

و) عبوری امیر اپنی پوری کوشش صرف کرے گا کہ وہ خلیفہ کے تقرر کے عمل کو تین دن کے اندر اندر مکمل کرے۔ اس مدت میں توسیع کی اجازت نہیں، ماسوائے یہ کہ محکمہ مظالم کسی شدید سبب کی بنا پر اس مدت میں توسیع کر دے۔

دفعہ نمبر 34: خلیفہ کے تقرر کا طریقہ بیعت ہے۔

خلیفہ کے تقرر اور اسے بیعت دینے کا عملی طریقہ یہ ہے:

۱) محکمۂ مظالم منصبِ خلافت کے خالی ہونے کا اعلان کرے گا۔

ب) عبوری امیر اپنی ذمہ داری سنبھالے گا اور فوری طور پر نامزدگیوں کے کھل جانے کا اعلان کرے گا۔

ج) وہ درخواستیں قبول کی جائیں گی جو کہ انعقادِ خلافت کی شرائط پر پوری اترتی ہوں۔ اس کے علاوہ پیش کی جانے والی درخواستیں محکمۃ المظالم کے فیصلے کی بنا پر مسترد کر دی جائیں گی۔

د) وہ امیدوار جن کی درخواستوں کو محکمۂ مظالم نے قبول کیا، مجلسِ امت کے مسلمان رکن ان امیدواروں کی فہرست کو دو مرتبہ مختصر کریں گے۔ پہلے اختصار میں وہ اکثریتی ووٹوں کی بنیاد پر چھ لوگوں کا انتخاب کریں گے۔ دوسرے اختصار میں وہ اکثریتی ووٹوں کی بنیاد پر دو امیدواروں کا انتخاب کریں گے۔

ھ) ان دو امیدواروں کے ناموں کا اعلان کیا جائے گا اور مسلمانوں کو ان دونوں میں سے ایک کا انتخاب کرنا ہو گا۔

و) انتخاب کے نتیجے کا اعلان کیا جائے گا اور لوگوں کو آگاہ کیا جائے گا کہ دونوں میں سے کسے زیادہ لوگوں کے ووٹ حاصل ہوئے۔

ز) وہ شخص جسے زیادہ ووٹ حاصل ہوئے، مسلمان اسے قرآن و سنت پر عمل پر بیعت دیں گے۔

ح) بیعت کے مکمل ہونے کے بعد عوام الناس کے لیے اس بات کا اعلان کیا جائے گا کہ کون مسلمانوں کا خلیفہ ہے یہاں تک کہ یہ خبر پوری امتِ مسلمہ تک پہنچ جائے۔ اور اس خبر میں خلیفہ کے نام کا اور ان شرائط کا اعلان کیا جائے گا جنہوں نے اُسے اس بات کا اہل بنایا کہ اس کی خلافت کا انعقاد کیا گیا۔

ط) نئے خلیفہ کی تنصیب کے عمل کے مکمل ہونے کے بعد عبوری امیر کی اتھارٹی اختتام کو پہنچے گی۔

5) سیاسی جماعتوں کی عدم موجودگی

اسلام کے نفاذ، اسلام کی دعوت کو پہنچانے، نیز اسلام کے مسلسل اور بطریقِ احسن نفاذ کی طبعی ضمانت حکمران کا متقی ہونا ہے کیونکہ اللہ کا خوف حکمران کو اسلام کے متعلق اس کی اپنی ذات اور ضروریات سے زیادہ فکر مند بنا دیتا ہے۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ کسی حکمران کا دل تقویٰ سے خالی ہو جائے لہٰذا ایسے مادی ذریعہ کا ہونا ضروری ہے جو اسے اسلام کے نفاذ پر کاربند رکھے اور جسے یہ اختیار حاصل ہو کہ وہ اس کی جگہ ایسا حکمران مقرر کر سکے، جو اسلام کو نافذ کرے اور اسلام کی دعوت کی ذمہ داری اٹھائے۔ یہ عملی ذریعہ امتِ مسلمہ ہے۔ امتِ مسلمہ پر فرض ہے کہ اگر وہ یہ دیکھے کہ حکمران اسلام کے نفاذ میں کوتاہی کر

رہا ہے یا اسلام کے احکامات سے رُوگردانی کررہاہے یااسلام کے نظاموں کوغلط انداز میں نافذکررہاہے تووہ حکمران کامحاسبہ کرے۔

تاہم اس کام کے لیے امت کے اندر سیاسی جماعتوں کا وجود ہوناضروری ہے۔سیاسی جماعتوں کی موجودگی کے بغیر امت کے لیے ریاست کے ساتھ بحث و مباحثہ کرنا اور ریاست کا محاسبہ کرنا محال ہے ۔ ایک فرد یا کچھ غیر مربوط افراداس کام کو موٴثر انداز میں سرانجام نہیں دے سکتے اور نہ ہی وہ امت کی سیاسی تربیت کر سکتے ہیں اور اسے فکری طور پر بلند رکھ سکتے ہیں۔ اگراسلامی ریاست میں شفاف اور بلندافکار پر مبنی ایک یاایک سے زیادہ سیاسی جماعتیں موجود نہیں ہوں گی تو رفتہ رفتہ حکمرانی میں کمزوری پیدا ہوتی جائے گی خواہ ایک حکمران عادل ہی کیوں نہ ہو۔جبکہ اگر حکمران عادل نہ ہو اور اسلام کے قوانین کاغلط نفاذ کرے یااپنی ذمہ داریوں سے غفلت برتے تو امت میں سیاسی جماعتوں کی موجودگی حکمرانی کوواپس درست حالت پر لے آئے گی۔

اسلامی ریاست کی تاریخ اس کی واضح دلیل ہے۔رسول اللہ ﷺ نے مکہ میں اپنی دعوت کے آغاز کے بعد ارقم بن ارقمؓ کے گھر میں اسلامی افکار کے ذریعے اسلام قبول کرنے والے افراد کی شخصیت سازی اور تربیت کی اورایک منظم گروہ تشکیل دیا۔اس گروہ نے عملی طور پر اسلام کا علمبردار بننے کی ذمہ داری کواپنے کندھوں پر اٹھایا۔ پھر مدینہ ہجرت کے بعد شخصیت سازی اور افراد سازی کا یہ عمل جاری رہا۔ یہاں تک کہ جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا تو آپ ﷺ نے اپنے پیچھے ساٹھ ہزار صحابہؓ کی جماعت چھوڑی۔ یہ صحابہؓ ایک اسلامی گروہ یا جماعت تھے، جو باقی مسلمانوں سے ممتاز تھے اور جنہوں نے عملی طور پر اسلام کی ذمہ داری کو اپنے کندھوں پر اٹھایا تھا۔ صحابہؓ نے آگے مسلمانوں میں سے مزید لوگوں کی تربیت کی اور یوں تابعین اور تبع تابعین کا گروہ وجود میں آیا۔

لیکن جب صحابہؓ،تابعین اور تبع تابعین کادور ختم ہوا توامت کے اندر سے ایک ایسے گروہ کا خاتمہ ہو گیا جو اپنی فکر میں شفاف تھا اور عملی معاملات میں امت کی قیادت کررہا تھا اور حکمرانوں کے اعمال پر نظر رکھے ہوئے تھا۔ پس جب بعد کے ادوار میں اسلام کے احکامات کے نفاذ میں کوتاہی ہوئی تو ان کی بروقت نشاندہی کر کے اس پر موٴثر انداز میں حکمرانوں کا محاسبہ کرنے والا کوئی منظم گروہ موجود نہ تھا۔ چنانچہ ایسا ہوا کہ بیعت کے حکم کو غلط طور پر نافذ کیا گیا اور خلافت کو چند خاندانوں تک محدود کر دیا گیا جیسا کہ امویوں نے کیا ،اور ایسا ہوا کہ جہاد کے ذریعے اسلام کی دعوت کو دنیا تک پہنچانے میں سستی برتی گئی اور جہاد کے لیے محض رسمی طور پر موسمِ سرمااور موسمِ گرما میں ایک مہم بھیج دی جاتی جیسا کہ عباسیوں نے کیا، سپین پر عیسائیوں نے قبضہ کر لیا اور عباسی خلافت نے عیسائیوں کے اس اقدام کے خلاف حرکت میں آنے میں سستی برتی ، عباسی دور میں مرکز کی اتھارٹی انتہائی کمزور ہو گئی اور صوبے خود مختار ہو گئے، جبکہ عثمانیوں نے خلافت کی وحدت اور جہاد کو دوبارا رائج کرنے کو بہت اہمیت دی مگر امت کی اسلام کی سمجھ میں جو کمزوری آگئی تھی اسے دور کرنے پر توجہ نہ دی، نہ ہی انہوں نے امت کی فکری کمزوری کو دور کرنے کے لیے عربی زبان کو رائج کرنے اور اسے ریاستی سطح پر اپنانے پر توجہ دی۔جی ہاں اسلامی ریاست میں یہ سب کچھ ہوا مگر اس پر حکمرانوں کو نصیحت کرنے، ان کا محاسبہ کرنے، امت میں اسلام کی گہری سمجھ کو پھیلانے اور اسلام کا علمبردار بننے کے لیے امت کی رہنمائی و قیادت کرنے والا کوئی سیاسی گروہ امت میں موجود نہ تھا۔ جس کی وجہ سے اسلامی ریاست کے زوال کو بروقت روکا نہ جاسکا۔ اس لیے یہ امر انتہائی ناگزیر ہے کہ آج خلافت علی منہاجِ نبوت کے قیام کے بعد اس میں ایک یاایک سے زیادہ سیاسی جماعتیں موجود ہوں جو ریاستِ خلافت کی ترقی و عروج کو مستقل طور پر یقینی بنائے رکھیں۔ چنانچہ حزب نے اپنے مسودہ دستور میں اس بات کی صراحت سے وضاحت کی ہے:

> **اگراسلامی ریاست میں شفاف اور بلندافکار پر مبنی ایک یاایک سے زیادہ سیاسی جماعتیں موجود نہیں ہوں گی تو رفتہ رفتہ حکمرانی میں کمزوری پیدا ہوتی جائے گی خواہ ایک حکمران عادل ہی کیوں نہ ہو**

**حکام کے محاسبے یاامت کے ذریعے حکومت تک پہنچنے کے لیے مسلمانوں کو سیاسی پارٹیاں بنانے کی اجازت**

ہے، بشرطیکہ یہ پارٹیاں اسلامی عقیدے کی بنیاد پر ہوں اور جن احکامات کی ان پارٹیوں نے تبنی کی ہو، وہ شرعی احکامات ہوں۔ پارٹی بنانے کے لیے کسی سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ غیر اسلامی بنیاد پر ہر قسم کی پارٹی سازی ممنوع ہوگی۔

6) مجلسِ امت کا معدوم ہونا:

رسول اللہ ﷺ صحابہ کرامؓ کے ساتھ معاملات میں کثرت سے مشورہ فرماتے تھے۔ آپ ﷺ کا کثرت سے مشورہ کرنا اور اس کا اہتمام کرنا اس کی اہمیت کو بیان کرتا ہے۔ ترمذی نے ابوہریرہؓ سے روایت کیا کہ انہوں نے بیان کیا: ((ما رأيت أحداً أكثر مشورة لأصحابه من رسول الله))"میں نے کوئی شخص ایسا نہیں دیکھا جو رسول اللہ ﷺ سے زیادہ اپنے ساتھیوں سے مشورہ کرتا ہو"۔ آپ ﷺ کے بعد خلفائے راشدین نے بھی رسول اللہ ﷺ کی اتباع میں شوریٰ کا بھرپور اہتمام کیا۔ ابو بکرؓ نے اپنے دورِ خلافت میں مہاجرین اور انصار میں سے کچھ لوگوں کو مخصوص کیا ہوا تھا اور جب بھی کوئی واقعہ رونما ہوتا تھا تو آپؓ مشورے کے لیے ان کی طرف رجوع کرتے تھے۔ گویا یہ ایک مجلس تھی کہ جس کی طرف ابو بکرؓ حکمرانی کے معاملات میں مشورے کے لیے رجوع کیا کرتے تھے جس کے اراکین اہلِ شوریٰ علما اور اہلِ فتویٰ صحابہ تھے اور وہ آپؓ کے ارد گرد ہوا کرتے تھے۔ تاہم خلفائے راشدین کے بعد شوریٰ پر کوئی خاص توجہ نہیں دی گئی۔ خاص طور پر جب حکمرانی ایک ہی خاندان میں محدود ہوگئی تو حکمران امت سے دور ہوگئے اور حکمرانی کے معاملات میں امت کا عمل دخل محدود ہوگیا۔ حکمران اور عوام میں دوری لازمی طور پر حکمرانی کو کمزور کرنے کا باعث بنتی ہے۔ ایک حکمران تبھی لوگوں کے امور کی احسن طریقے سے دیکھ بھال کر سکتا ہے جب وہ عوام کی صورت حال سے بخوبی واقف ہو، جس کے لیے ضروری ہے کہ عوام اور حکمران میں کوئی فاصلہ موجود نہ ہو۔ اور حکمران کمزور فیصلوں سے اسی وقت بچ سکتا

> رسول اللہ ﷺ صحابہ کرامؓ کے ساتھ معاملات میں کثرت سے مشورہ فرماتے تھے۔ آپ ﷺ کا کثرت سے مشورہ کرنا اور اس کا اہتمام کرنا اس کی اہمیت کو بیان کرتا ہے

ہے جب اسے امت میں سے باخبر اور سیاسی لحاظ سے بیدار لوگوں کا ساتھ حاصل ہو جو اسے حکمرانی کے مختلف امور پر مشورہ دیں، کسی بھی غلط اقدام اور فیصلے پر اس کا محاسبہ کریں اور حکمران تک اپنی رائے کو پہنچاتے رہیں۔ نیز ریاستِ خلافت اسلام کی دعوت کی علمبردار اسی وقت بن سکتی ہے جب امت اسلام کی بنیاد پر سیاست کو سرانجام دینے میں سرگرم عمل ہو اور ریاستی معاملات سے لاتعلق نہ ہو۔ امت یہ سب کام اپنے نمائندوں کے ذریعے ہی مؤثر انداز میں کر سکتی ہے جو ایک مستقل مجلس کی صورت میں خلیفہ کے ارد گرد موجود ہوں۔ اور اسی طرح صوبائی سطح پر والیوں کی معاونت کے لیے صوبے کے لوگوں کی نمائندہ مجلس تشکیل دی جائے۔ پس حزب نے ریاستِ خلافت کے لیے اپنے تیار کردہ مسودۂ دستور میں یہ طے کیا ہے:

**ہر عاقل و بالغ شخص، جو ریاست کا شہری ہو، کو مجلسِ امت کا رکن بننے کا حق حاصل ہوگا۔ خواہ مرد ہو یا عورت، مسلمان ہو یا کافر، البتہ غیر مسلم رکن کا مشورہ حکام کے مظالم یا ان پر اسلامی احکامات کی غلط طریقے سے تنفیذ کی شکایت تک محدود ہوگا**

**مجلسِ امت کو تمام معاملات میں ریاست کے محاسبے کا حق حاصل ہوگا۔ خواہ ان کا تعلق خارجہ امور سے ہو یا یہ داخلی امور ہوں یا یہ مالیات، فوج یا دیگر امور سے متعلق ہوں۔**

نیز

**ہر ولایہ میں رہنے والے لوگ اپنی مجلسِ ولایہ کے اراکین کا چناؤ براہِ راست انتخاب کے ذریعے کریں گے۔ ولایات کی مجالس کے ممبران کی تعداد ولایہ میں رہنے والے لوگوں کی تعداد کی بنا پر ہوگی۔ مجلسِ اُمت کے ممبران کا چناؤ ان مجالسِ ولایات سے براہِ راست کیا جائے گا۔**

7) محکمۂ مظالم کا حکمران کے ہاتھ میں ہونا

لوگوں کے امور کی دیکھ بھال اور تنازعات کا فیصلہ کرنا بنیادی طور پر حکمران کی ذمہ داری ہے۔ رسول اللہ ﷺ بطورِ حکمران مدینہ میں لوگوں کے درمیان خود فیصلے فرمایا کرتے تھے اور آپ ﷺ نے لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے کے لیے قاضی بھی مقرر فرمائے

جیسا کہ آپ ﷺ نے علیؓ کو یمن میں قاضی بنا کر بھیجا۔ عدلیہ کے ضمن میں مظالم کے امور بھی داخل ہیں جو کہ حکام کے خلاف شکایتوں پر مشتمل ہوتے ہیں۔ قضاء کا اختیار حاصل ہونے کے سبب خلافت میں حکمران بذاتِ خود مظالم پر مبنی شکایات کی سماعت کیا کرتے تھے۔اور یہ اسلام کی رُو سے غلط نہیں تھا کیونکہ رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین نے اسی بات کو اختیار کیا تھا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلمانوں کا دورِ خلافت عدل وانصاف کے لحاظ سے بے مثال تھا۔ قاضی فیصلہ کرنے میں ہر قسم کے دباؤ سے آزاد تھے اور حکمران بھی عادلانہ فیصلے کیا کرتے تھے خواہ یہ فیصلہ ان کے قریبی رشتہ دار، خاندان کے کسی فرد یا دوست یا خود ان کے اپنے خلاف ہی ہو۔ البتہ بعض موقعوں پر ایسا ہوا کہ جب کچھ حکمرانوں نے ظلم کیا تو اس کا سدِ باب نہ ہو سکا۔ اگر حکمرانوں کے ظلم کے ازالے کے لیے علیحدہ محکمہ تشکیل دے دیا جاتا جسے شرعی وجوہات کی بنا پر خلیفہ کو ہٹانے کا اختیار حاصل ہوتا تو اس بات کا زیادہ امکان تھا کہ یہ حکمران ظلم کرنے اور رعایا کے حقوق غصب کرنے سے باز رہتے۔ علاوہ ازیں یہ امر ناممکنات میں سے نہیں کہ خلیفہ یا والی کا دل تقویٰ سے خالی ہو جائے اور وہ اسلام کے نفاذ میں کوتاہی کرے یا اقتدار کو اپنے یا اپنے منظورِ نظر افراد کے ذاتی مقاصد کو پورا کرنے کے لیے استعمال کرنے کی کوشش کرے یا خلافت کے شہریوں کے مال میں یا عوامی ملکیت میں ناحق تصرف کرے، یا لوگوں کو سزا دینے میں حد سے تجاوز کرے۔ چنانچہ آج ایسی کسی بھی صورتِ حال کی روک تھام کو موئثر بنانے کے لیے بہتر یہ ہے کہ مظالم کی دادرسی کو مستقل طور پر علیحدہ محکمے کی شکل دے دی جائے اور مظالم کے مقدمات کی سماعت حکمران کے ہاتھ میں ہونے کی بجائے اس محکمہ کے قاضی کے ہاتھ میں ہو۔ یہ اسلوب موئثر ہونے کے ساتھ ساتھ امت کے لیے بھی اطمینان بخش ہے کیونکہ یہ جانبدارانہ فیصلے کے امکان کو دور کرتا ہے۔ چنانچہ حزب نے اپنے تیار کردہ

اسلامی ریاست کی مضبوطی کا راز اسلام کے بطورِ آئیڈیالوجی نفاذ میں ہے۔ کیونکہ یہ اسلام ہی ہے جو زندگی کے تمام مسائل کا حل فراہم کرتا ہے اور انسانوں کے امور کو درست طور پر منظم کرتا ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ اسلام کے مآخذ سے لوگوں کے معاملات سے متعلق قوانین کو اخذ کیا جائے

مسودہ ستور میں یہ طے کیا ہے:

**قاضی مظالم وہ قاضی ہوتا ہے جس کا تقرر ریاست کے زیرِ سایہ زندگی گزارنے والے ہر شخص پر ہونے والے ریاستی ظلم کا تدارک کرنے کے لیے ہوتا ہے۔ خواہ وہ شخص ریاست کی رعایا میں سے ہو یا نہ ہو۔ یہ ظلم خواہ ریاست کے سربراہ کی طرف سے ہو یا اس کے علاوہ کسی اور حاکم یا سرکاری ملازم کی طرف سے۔ محکمہ مظالم کو ریاست کے کسی بھی حاکم یا ملازم کو معزول کرنے کا حق حاصل ہے، جیسا کہ اسے خلیفہ کو معزول کرنے کا حق بھی حاصل ہے۔ اور یہ اس صورت میں ہے، جب اس ظلم کو دور کرنے کے لیے خلیفہ کو ہٹانا لازمی ہو جائے۔**

## 8) عثمانیوں کا ریاست کے لیے قوانین کی تفصیلی تبنی کرنا

اسلامی ریاست کی مضبوطی کا راز اسلام کے بطورِ آئیڈیالوجی نفاذ میں ہے۔ کیونکہ یہ اسلام ہی ہے جو زندگی کے تمام مسائل کا حل فراہم کرتا ہے اور انسانوں کے امور کو درست طور پر منظم کرتا ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ اسلام کے مآخذ سے لوگوں کے معاملات سے متعلق قوانین کو اخذ کیا جائے۔ یہ عمل اجتہاد کہلاتا ہے۔ اسلامی ریاست میں خلیفہ ریاست کے امور کو اسلام کے مطابق چلانے کے لیے یا تو خود اجتہاد کرکے قوانین کو اخذ کرتا ہے یا کسی اور مجتہد کے اجتہاد کو نافذ کرتا ہے۔ اسلام کا احسن طریقے سے نفاذ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اجتہاد کو فروغ دیا جائے اور اس بات کا اہتمام کیا جائے کہ ریاست میں مجتہدین کی وافر تعداد موجود ہو تاکہ ریاست ہر وقت اس قابل ہو کہ وہ نئے جنم لینے والے کسی بھی حکومتی مسئلے کو حل کرنے کے لیے اسلام سے رہنمائی حاصل کر سکے۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ کوئی بھی ایسا امر جو اجتہاد کے ماحول کی حوصلہ شکنی کرے وہ مسلمانوں کے فکری جمود اور حکمرانی کی کمزوری کا باعث بنتا ہے۔

اجتہاد کے فروغ کے لیے بہتر یہ ہے کہ ریاست کے لیے کوئی ایسا ہمہ گیر دستور تیار نہ کیا جائے، جو تمام احکامات پر مشتمل ہو۔ بلکہ ریاست کا دستور ان عام احکامات پر مشتمل ہونا چاہئے، جو ریاست کی شکل وصورت کا تعین کریں اوراس کی وحدت کی بقاء کی ضمانت دیں۔ جبکہ اجتہاد واستنباط کووالیوں اور قاضیوں پر چھوڑدیا جائے۔ خلافتِ راشدہ کے بعد اموی وعباسی خلافت تک ایسا ہی تھا۔ خلفاء خود مجتہد ہوا کرتے تھے، انہیں عربی زبان اور اسلامی علوم سے گہری آگاہی حاصل ہوتی تھی۔ یہی حال والیوں اور قاضیوں کا بھی تھا۔ اور خلفاء صرف اُن مخصوص قوانین کی تبنی پر اکتفاء کرتے رہے، جو وحدتِ حکم (حکومت کے ایک ہونے) وحدتِ تشریع (قانون کے ایک ہونے) اور وحدتِ ادارہ (انتظامی امور کے ایک ہونے) کے لیے ناگزیر تھے، اوراس بات سے اجتناب کرتے رہے کہ تمام احکامات کی ہمہ گیر تبنی کرتے ہوئے ایسا دستور نافذ کریں جو تمام تر جزئیات کو طے کرتا ہو۔

تاہم خلافتِ عثمانیہ کے خلفاء جواگرچہ جنگی مہارت کے لحاظ سے زبردست تھے، مگر انہیں عربی واسلامی علوم سے وہ آگاہی حاصل نہ تھی کہ جو ان سے پہلے آنے والے خلفاء کا خاصا تھی۔ اس وقت مسلمانوں میں اجتہاد کا ماحول مفقود ہوچکا تھا اور تقلید کا رجحان غالب آچکا تھا۔ نیز عثمانیوں نے ریاستی معاملات کو چلانے کے لیے تفصیلی قوانین پر مبنی دستور کو نافذ کیا، جس میں قوانین کو مغربی دساتیر کی طرز پر شرعی دلائل کو بیان کیے بغیر شق وار ترتیب دیا گیا تھا۔ قوانین کا یہ مجموعہ مجلۃ عثمانیہ کہلاتا ہے۔ جبکہ اس وقت ریاست کے لیے ضروری تھا کہ وہ ریاست میں پھیل جانے والی سنگین فکری کمزوری کا ازالہ کرتی، اجتہاد کی حوصلہ افزائی کرتی اور عربی زبان کو ترویج دیتی اور سرکاری سطح پر بھی عربی زبان کو رائج کرتی، مگر ریاست نے اس سے غفلت برتی۔ چنانچہ خلافت کے والیوں اور عالموں کی فقہ کی سمجھ مزید کمزور

تاہم خلافتِ عثمانیہ کے خلفاء جواگرچہ جنگی مہارت کے لحاظ سے زبردست تھے، مگر انہیں عربی واسلامی علوم سے وہ آگاہی حاصل نہ تھی کہ جو ان سے پہلے آنے والے خلفاء کا خاصا تھی کیونکہ اجتہاد کا ماحول مفقود ہو چکا تھا اور تقلید کا رجحان غالب آچکا تھا

ہوئی اور قاضی بھی صرف ان دستوری قوانین کو سمجھنے پر اکتفا کرنے کی وجہ سے فقہ کے بارے میں لاعلمی کا شکار ہو کر رہ گئے۔ یہ امر ریاستِ خلافت کے زوال میں مزید اضافے کا باعث بنا اور اس کے اثرات جلد ہی ظاہر ہوگئے۔

اس بات کا ادراک کرتے ہوئے ہی حزب نے ریاستِ خلافت کے لیے مسودۂ دستور تیار کیا ہے تاکہ امت خاص طور پر اسلامی مفکرین پر یہ واضح ہو سکے کہ اسلامی دستور میں کن باتوں کو طے کرنا ضروری ہے اور اسے کس طرح ترتیب دیا جانا چاہئے۔ حزب نے دو جلدوں پر مشتمل اپنی کتاب مقدمہ دستور میں ان تفصیلی شرعی دلائل کو بھی بیان کیا ہے کہ جن کی بنا پر اس دستور کو اختیار کیا گیا ہے۔ یہ اپنے طرز کی نہایت منفرد کاوش ہے اور ان سنجیدہ لوگوں کے لیے ایک تحفہ ہے جو ایسی خلافت کے قیام کے خواہشمند ہیں جو علیٰ منہاجِ نبوت ہو اور ان خامیوں سے پاک ہو جو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ریاستِ خلافت میں پیدا ہو گئی تھیں۔ نیز حزب نے اس دستور میں بیان کیا ہے:

**عربی زبان ہی چونکہ اسلام کی زبان ہے، اس لیے ریاست صرف عربی زبان استعمال کرے گی۔**

**اجتہاد فرضِ کفایہ ہے، ہر مسلمان کو اجتہاد کا حق حاصل ہے، بشرطیکہ اس کے اندر اجتہاد کے لیے درکار شرائط پائی جاتی ہوں۔**

### 9) خلافتِ عثمانیہ کا ریاست میں مغربی قوانین کو رائج کرنا

انیسویں صدی میں مسلمانوں کا فکری انحطاط اپنی انتہاء تک پہنچ چکا تھا۔ اس وقت کے علماء بھی اس سے مستثنیٰ نہ تھے۔ چنانچہ جب مغرب صدیوں کی کوشش کے نتیجے میں ریاستِ خلافت میں اپنے ایجنٹ پیدا کرنے میں کامیاب ہو گیا اور انہوں نے مغربی قوانین کو ریاست میں نافذ کرنے کی مہم چلائی تو اس وقت کے علماء ان مغربی قوانین اور اسلام میں تناقض کو محسوس نہ کر پائے اور انہوں خاص طور پر شیخ الاسلام نے ان قوانین کے حق میں فتوے دیے کہ یہ اسلام کے مخالف نہیں ہیں۔ چنانچہ یہ فتویٰ بھی جاری کیا گیا کہ جمہوری نظام اسلام سے متناقض نہیں ہے اور یہ کہ اسلام ایک جمہوری دین ہے۔ انہی فتوؤں کی بنا پر خلافت کی عدالتوں میں حدود کو

معطل کیا گیا اور مغرب کی سزاؤں کے نظام کو نافذ کیا گیا۔

عثمانی خلافت کے آخری دور میں مغربی دستور و قانون کو اپنانے نے اسلام کی حکمرانی پر کاری ضرب لگائی۔ اس نے مسلمانوں کے دلوں میں اسلامی عقیدہ و افکار کو متزلزل کر دیا اور وہ اسلام کے عملی اور اسلامی نظامِ حکومت کے درست ہونے کے متعلق ہی شک و شبہ میں مبتلا ہو گئے۔ جس کے نتیجے میں کفار کے لیے دولتِ عثمانیہ کو مٹانا آسان ہو گیا۔ جب کفار ممالک نے مسلمانوں کو قومیت میں اور بالخصوص ترک قومیت اور عرب پرستی میں بانٹ دیا، اس کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے افکار و تصورات اور پیمانوں کو متزلزل کر دیا، اور شرعی احکامات کو جمہوری نظام اور مغربی قوانین سے بدل دیا تو یہ سب کچھ کر نے کے بعد انہیں یقین ہو گیا کہ اب خلافتِ اسلامیہ میں ظاہری نام کے سوا کچھ باقی نہیں پس وہ ریاستِ خلافت کے مکمل خاتمے کی منصوبہ بندی کرنے لگے۔

آئندہ قائم ہونے والی خلافت کے لیے از حد ضروری ہے کہ وہ صرف اسلام کی آئیڈیالوجی کو اپنائے اور اس کے تصورات، ڈھانچوں، نظام ہائے حیات اور قوانین صرف اور صرف اسلام پر مبنی ہوں اور کوئی غیر اسلامی چیز ان میں داخل نہ ہو سکے۔ آج اسلامی ریاست میں کسی بھی کفریہ تصور یا قانون کو داخل ہونے سے روکنے کے لیے ضروری ہے کہ اس کے دستور میں اس بات کی صراحت سے وضاحت کر دی جائے کہ اسلامی عقیدہ ہی ریاست کے تمام پہلوؤں کی بنیاد ہو گا اور دستور و قانون کو شرعی مآخذ کے علاوہ کسی اور جگہ سے اخذ نہیں کیا جا سکتا۔ یہ نکتہ اتنا اہم ہے کہ حزب کے تیار کردہ مسودہ دستور کی پہلی شق اسی کے متعلق ہے، پس حزب نے بیان کیا ہے:

**اسلامی عقیدہ ہی ریاست کی بنیاد ہے، یعنی ریاست کی ساخت، اس کے ڈھانچے، اس کا محاسبہ یا کوئی بھی ایسی چیز جو ریاست سے متعلق ہو، وہ اسلامی عقیدے ہی کی بنیاد پر استوار ہو گی۔ دستور اور شرعی قوانین کی بنیاد بھی یہی عقیدہ ہے۔ دستور اور قوانین سے متعلق صرف اس چیز کو قبول کیا جائے گا، جو اسلامی عقیدے سے اخذ کردہ ہو۔**

نیز

آئندہ قائم ہونے والی خلافت کے لیے از حد ضروری ہے کہ وہ صرف اسلام کی آئیڈیالوجی کو اپنائے اور اس کے تصورات، ڈھانچوں، نظام ہائے حیات اور قوانین صرف اور صرف اسلام پر مبنی ہوں اور کوئی غیر اسلامی چیز ان میں داخل نہ ہو سکے

**کتاب اللہ، سنتِ رسول ﷺ، اجماعِ صحابہ اور قیاس ہی شرعی احکامات کے لیے معتبر ادِلّہ ہیں۔**

یہ ہیں وہ وجوہات اور عوامل جو ریاستِ خلافت میں حکمرانی کی کمزوری کا باعث بنے اور انہوں نے خلافت کے انہدام میں اہم کردار ادا کیا۔ یہاں یہ سوال اُبھرتا ہے کہ جب مسلمانوں کی اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں کے باعث ریاستِ خلافت کی حکمرانی کمزوری سے دوچار ہوئی تو پھر مغرب کو خلافت کی تباہی کا ذمہ دار کیوں ٹھہرایا جاتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مسلمانوں کی طرف سے خلافت میں پیدا ہونے والی کمزوریوں کا ازالہ کرنے میں سستی کی ایک وجہ یہ تھی کہ روم و فارس کی فتح کے بعد سے لے کر اٹھارویں صدی عیسوی تک خلافت ہی دنیا میں سپر پاور تھی۔ خلافت راشدہ کے بعد کے ادوار میں بھی مسلمان یورپ کے قلب پر حملے کر رہے تھے اور خلافتِ عثمانیہ نے یورپ کو خوف میں مبتلا کر رکھا تھا۔ اس بات نے مسلمانوں کو ان اندرونی کمزوریوں کو دور کرنے سے غافل رکھا جو کہ اندر ہی اندر خلافت کو کھوکھلا کر رہی تھیں۔ یہ درست ہے کہ مسلمانوں نے خلافت میں پیدا ہونے والی کمزوریوں کو بر وقت نہیں پہچانا اور انہیں دور کرنے میں سستی برتی تاہم جہاں تک خلافت کے انہدام کے عوامل میں سے سب سے بڑے عامل کا تعلق ہے تو وہ مغرب ہی ہے۔ کیونکہ اگرچہ مسلمانوں کی ریاست کمزور پڑ گئی تھی اور زوال کا شکار ہو گئی تھی مگر قوموں اور ریاستوں کا وقتی طور پر کمزور پڑ جانا عین ممکن ہے اور اس لحاظ سے یہ کوئی انہونی بات نہ تھی کہ خلافت بھی زوال کا شکار ہوئی۔ مگر اس صورتِ حال کا حل مسلمانوں کی دسترس میں تھا اور مسلمانوں کے لیے زوال سے نکلنا عین ممکن تھا اگر وہ اسلام کے عقیدہ کی طرف رجوع کرتے، اسلام کے افکار میں شامل ہو جانے والی آلائشوں کو دور کرتے، اسلام کو بطورِ آئیڈیالوجی اپنے ذہنوں میں واضح کرتے اور حکمرانی کو ٹھیک ٹھیک بنیادوں پر استوار کرتے۔ مسلمانوں کو پہنچنے والے پے در پے جھٹکوں کی وجہ سے یہ عمل شروع ہو چکا تھا اور مسلمانوں میں بیداری کی لہر پیدا ہو چکی تھی کہ اس موقع پر مغرب نے بھرپور مداخلت کی۔ مغرب نے خلافت کے خلاف فکری، ثقافتی اور سیاسی جنگ کا آغاز کر دیا۔ اس نے اپنے کرپٹ افکار مسلمانوں میں داخل کیے، جو مسلمانوں کے قلوب و اذہان کو اسلامی عقیدہ سے پھوٹنے والے صاف ستھرے افکار سے

رہنمائی حاصل کرنے کی راہ میں حائل ہوگئے۔ دوسری طرف یورپ میں برپا ہونے والے فکری انقلاب اور اس کے نتیجے میں صنعتی و سائنسی ترقی نے طاقت کے توازن کو تبدیل کر دیا تھا اور اب یورپ کے لیے ممکن ہو گیا تھا کہ وہ خلافت پر کاری ضرب لگائے۔ چنانچہ پہلی جنگ عظیم میں خلافت کی شکست کے بعد مغرب نے اپنے ایجنٹوں کے ذریعے ریاستِ خلافت کی حکمرانی کی بنیادوں کو ہی تبدیل کر دیا اور ترکی خلافت سے تبدیل ہو کر ایک جمہوری ریاست بن گیا اور ان تمام علاقوں سے دستبردار ہو گیا جنہیں مغرب نے خلافت سے چھینا تھا۔ اس وقت سے مغرب مسلمانوں میں اٹھنے والی نشاۃ ثانیہ کی ہر لہر کو کچلنے اور اسے غلط سمت میں موڑنے کی کوشش کر رہا ہے۔ پس یہ کہنا غلط نہیں کہ مغرب ہی مسلمانوں کی ریاستِ خلافت کی تباہی کا ذمہ دار ہے اور اس کے دوبارا قائم ہونے سے روکنے کا بھی ذمہ دار ہے۔ مسلمانوں کی خلافت کا رفتہ رفتہ کمزور ہونا اور اس کا انہدام ایک نہایت افسوس ناک اور تکلیف دہ امر تھا تاہم خلافت کی یہ پوری تاریخ ہمارے لیے ایک سبق ہے۔ یہ تاریخ اسلامی ثقافت کا حصہ ہے بالکل اسی طرح جس طرح اسلامی علوم اور عربی زبان اسلامی ثقافت کا حصہ ہیں۔ یہ تاریخ ہمیں اسلام کے نفاذ کی کیفیت سے آگاہ کرتی ہے۔ البتہ اسلامی تاریخ کے مطالعے سے وہی شخص فائدہ اٹھا سکتا ہے جو ایک اسلامی سیاست دان کے طور پر ان واقعات کا جائزہ لیتا ہے۔ ایک ایسا شخص جو اسلامی طرزِ حکمرانی کا از سر نو آغاز چاہتا ہے وہ خلافت کے اتار اور چڑھاؤ کو محض دلچسپ واقعات اور معلومات کے طور پر نہیں دیکھتا نہ ہی اسے مسلکی تعصب کی سان پر چڑھاتا ہے بلکہ وہ ان واقعات کا جائزہ عملی نقطۂ نظر سے لیتا ہے تاکہ آئندہ قائم ہونے والی خلافت مضبوط بنیادوں پر استوار ہو، اس کی حکمرانی مستحکم ہو اور وہ ان خامیوں سے پاک ہو جو آہستہ آہستہ ریاستِ خلافت کے ڈھانچے اور طرزِ حکمرانی میں سرایت کر گئیں۔

ایک اسلامی سیاست دان جو چاہتا ہے کہ اگر وہ حکمرانی کی ذمہ داری کو سنبھالے تو ان سیاسی غلطیوں کو نہ دوہرائے جو کہ ماضی میں ہوئیں اور جن کا خمیازہ امتِ مسلمہ کو بھگتنا پڑا۔ اور اگر وہ مجلسِ امت میں ہے تو

حکمرانوں کو نصیحت و محاسبہ کرے اور اس چیز کو یقینی بنائے کہ حکمران اسلام سے حاصل ہونے والی مضبوط ترین سمجھ کو نافذ کریں۔

آج اسلام کے عطا کردہ ریاستی ڈھانچے اور نظامِ حکمرانی میں کسی قسم کے ردوبدل کی نہ تو ضرورت ہے اور نہ ہی اسلام ہمیں اس کی اجازت دیتا ہے۔ ہم آج کے فیڈرل طرزِ حکمرانی کی مانند صوبائی خود مختاری کے تصور کو نہیں اپنا سکتے

یہ نہیں کہا جا سکتا کہ خلافت کا زوال اور بالآخر انہدام اس بات کی دلیل ہے کہ ریاستِ خلافت کے ڈھانچے اور حکمرانی کے قوانین میں ردوبدل کیا جانا چاہیے اور اس سلسلے میں انسانی ارتقاء سے حاصل ہونے والے تجربے سے استفادہ حاصل کرنا چاہیئے، خاص طور پر مغرب کہ جس نے ایک طویل جدوجہد کے بعد بادشاہت سے چھٹکارا حاصل کر کے نئے جمہوری افکار کی بنیاد پر ریاستیں قائم کیں۔ کیونکہ ریاستِ خلافت میں پیدا ہونے والے حکمرانی کے بحران اسلام کے غلط نفاذ اور اسلام کی صاف شفاف تعبیر کو ترک کرنے کا نتیجہ تھے نہ کہ اسلام کو نافذ کرنے کا۔ یہ بات اوپر بیان کردہ تمام تر تفصیل سے واضح ہو جاتی ہے۔

اگر آج کے مغربی ریاستی تصور اور اسلام کے ریاستی ڈھانچے میں کوئی مماثلت ہے تو ہم اس سے یہ نتیجہ اخذ نہیں کر سکتے کہ جمہوریت بادشاہت کے مقابلے میں اسلام کے قریب تر ہے کیونکہ جمہوریت ہو یا بادشاہت یا پھر شخصی آمریت سب اسلام سے ماخوذ نہ ہونے کی وجہ سے کفریہ تصورات ہیں اور اسلام سے ان کا کوئی تعلق نہیں اور ان میں سے کسی کو بھی اپنانا جائز نہیں۔ نہ ہی اس سوچ کا اسلام سے کوئی تعلق ہے کہ اسلام کا کوئی متعین نظامِ حکومت اور ریاستی ڈھانچہ نہیں پس جمہوریت، بادشاہت یا آمریت میں سے کوئی بھی نظام اگر لوگوں کی ضروریات پورا کر رہا ہو اور انہیں عدل و انصاف فراہم کر رہا ہو تو وہ اسلام کے مقصد کو پورا کر رہا ہے۔ کیونکہ جس طرح اسلام نے عبادات، طعام و لباس، تجارت، نکاح و طلاق کے متعلق احکامات دیے ہیں جو شریعت کا حصہ ہیں اسی طرح اسلام نے نظام حکمرانی اور ریاستی ڈھانچے کے متعلق بھی احکامات دیے ہیں جو شریعت کا حصہ ہیں۔ اور شریعت کسی بھی انسانی مسئلے کے متعلق خاموش نہیں ہے۔ دینِ اسلام کے مکمل ہونے اور اسلام کے ضابطہ حیات ہونے کا یہی مطلب ہے۔

آج اسلام کے عطا کردہ ریاستی ڈھانچے اور نظامِ حکمرانی میں کسی قسم کے ردوبدل کی نہ تو ضرورت ہے اور نہ ہی اسلام ہمیں اس کی اجازت دیتا ہے۔ ہم آج کے فیڈرل طرزِ حکمرانی کی مانند صوبائی خود مختاری کے تصور کو نہیں اپنا سکتے اور نہ ہی صوبوں کے والیوں کے تقرر کا اختیار خلیفہ سے لے کر صوبے کے لوگوں کو منتقل کر سکتے ہیں۔ اور اگر فوج، عدلیہ اور مالیاتی امور آج کے فیڈرل

طرزِ حکومت میں بھی مرکز کے تحت میں ہوتے ہیں اور صوبوں کے گورنروں کے کنٹرول میں نہیں ہوتے اور اسلام بھی ہمیں اس بات کی اجازت دیتا ہے تو ہم اختیارات کی اس تقسیم کو اس بنا پر اختیار نہیں کر سکتے کہ فیڈرل طرزِ حکومت اسلام سے ہی ہے بلکہ اسے صرف اس بنا پر اختیار کیا جانا چاہیے کہ اسلام اس کی اجازت دیتا ہے۔ اسی طرح یہ جائز نہیں کہ اگر ماضی میں بعض اوقات ایسا ہوا کہ خلافت کا منصب کچھ نااہل لوگوں کے ہاتھ میں آگیا تو اس بنا پر یہ سوچ اپنالی جائے کہ جمہوری سیٹ اپ کی مانند خلافت کے عہدے کی مدت کو چند سالوں تک محدود کر دیا جائے۔ کیونکہ قرآن و سنت نیز اجماعِ صحابہ و قیاس سے ہمیں اس کی کوئی دلیل نہیں ملتی۔ ہمیں حکمرانی کے مسائل کا حل اسلام کے مآخذ سے ہی تلاش کرنا ہے۔ مثال کے طور پر آج کے دور میں فوجی بغاوت کے ذریعے حکومت کا تختہ الٹنے کے کئی واقعات نظر آتے ہیں، ان فوجی بغاوتوں کے ذریعے ہی امریکہ نے تیسری دنیا میں برطانیہ کے کئی ایجنٹوں کی بجائے اپنے ایجنٹوں کو مسلط کیا۔ اس کا حل اسلام سے یہ نکلتا ہے کہ خلیفہ عملاً فوج کا قائدِ اعلیٰ ہو، فوج کا قائد ہونے کے ناطے وہی چیف آف سٹاف اور ہر بریگیڈ اور ڈویژن کے کمانڈر کا تقرر کرے، جہاد کی براہِ راست نگرانی کرے اور امیر جہاد خلیفہ کی براہِ راست نگرانی اور ماتحتی میں کام کرے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین کے دور میں تھا۔ نیز شعبۂ صنعت، شعبۂ داخلی امن اور شعبۂ بین الاقوامی تعلقات امیر جہاد کی ماتحتی کی بجائے براہِ راست خلیفہ کی نگرانی میں ہوں تاکہ امیر جہاد کے اختیارات حد سے تجاوز نہ کریں اور وہ قوت کا ایک اور مرکز نہ بن سکے۔ نہ کہ ریاستِ خلافت دنیا میں رائج طریقہ کار کی نقالی کرتے ہوئے امیر جہاد کو

فوج میں بڑی حد تک خود مختاری عطا کرے اور پھر بغاوتوں کے سدِباب کے لیے فوجی افسران کے گھروں کی جاسوسی کا حرام طریقہ اختیار کیا جائے۔ پس آج

آج جب بعض لوگوں کو اسلام غیر عملی دکھائی دیتا ہے یا اسلام اور حقیقت میں ایک فاصلہ محسوس ہوتا ہے تو اس میں قصور اسلام کا نہیں بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم مغرب کی عینک سے مسائل کو دیکھنے کے عادی ہو چکے ہیں

ہمیں اسی طرزِ فکر کو پروان چڑھانے کی ضرورت ہے جو شروع کے ادوار کے مسلمانوں میں موجود تھی۔ جب مسلمانوں نے نئے علاقوں کو فتح کیا اور حکمرانی کے نت نئے مسائل نے جنم لیا تو مسلمانوں نے ان کے حل کے لیے روم و فارس کی تہذیب، ریاستی فلسفے، دساتیر اور نظم ہائے حیات کی نقالی نہیں کی۔ بلکہ انہوں نے قرآن وسنت کی طرف رجوع کیا اور ان مسائل کے حل کے لیے احکامات کا استنباط کیا۔

آج جب بعض لوگوں کو اسلام غیر عملی دکھائی دیتا ہے یا اسلام اور حقیقت میں ایک فاصلہ محسوس ہوتا ہے تو اس میں قصور اسلام کا نہیں بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم مغرب کی عینک سے مسائل کو دیکھنے کے عادی ہو چکے ہیں، ہمارے علماء بین الاقوامی صورتِ حال کے درست فہم اور گہری سیاسی بصیرت سے محروم ہو چکے ہیں جس کی وجہ سے وہ اس بات کا تصور نہیں کر پاتے کہ کس طرح اسلام کو موجودہ صدی میں نافذ کرنا ہے، اسلام کے لحاظ سے حقیقت کو کس طرح تبدیل کرنا ہے اور اس کے لیے کیا کیا اقدام کیے جا سکتے ہیں۔ نتیجتاً ہماری کوششوں کا محور یہ ہو چکا ہے کہ کس طرح موجودہ کرپٹ صورتِ حال کے مطابق اسلام میں پیوند لگایا جائے اور اسلام کے کچھ احکامات سے دستبردار ہوتے ہوئے موجودہ جمہوری نظامِ میں ہی کسی طرح اسلام کو فٹ کیا جائے۔ اگر ہم خلافت علیٰ منہاجِ نبوت کا احیاء چاہتے ہیں تو ہمیں مغرب کے ریاستی ڈھانچے سے یکسر منہ موڑنا ہو گا اور حکمرانی کے اس تصوراتی فریم ورک سے بھی چھٹکارا حاصل کرنا ہو گا جو مغرب نے دنیا میں پھیلا رکھا ہے۔ ہمیں قوتِ استنباط اور صلاحیتِ اجتہاد کو دوبارا پیدا کرنا ہو گا تاکہ آج کے دور میں کسی بھی پیدا ہونے والے نئے ریاستی مسئلے کے لیے شرعی مآخذ سے ٹھیک ٹھیک احکامات اخذ کیے جا سکیں۔ تبھی آئندہ قائم ہونے والی خلافت ماضی کی کمزوریوں سے محفوظ رہ سکے گی۔

**ختم شد**

# شام کے عوام کو تنہا چھوڑ دینا جابر بشارُ الاسد کے سامنے اُن کی فتح کو تاخیر میں بدل گیا

تحریر: بلال المہاجر

جب 1978 میں سوویت یونین نے افغانستان میں اپنی کٹھ پتلی حکومت بچانے کے لئے سوویت فوج کے ذریعے مداخلت کی، جو کہ بعد میں امریکا کے ساتھ ہتھیاروں کی ایک پوری دوڑ میں بدل گئی، تو اُس وقت امت مشرق اور مغرب سے دوڑتی ہوئی سوویت فوج کا مقابلہ کرنے کے لئے پہنچ گئی۔ ملحدوں کی اس فوج کا مقابلہ کرنے کے لئے اللہ کے راہ میں جہاد کرنے کے لئے ایک عوامی پکار تھی۔ پاکستان سے سعودی عرب سے لیبیا اور سے مراکش اور شام تک جنگجوؤں کو اپنے ممالک کی حکومتوں کی ہر طرح سے حمایت حاصل تھی، اور جو کھل کر حمایت نہیں کر رہے تھے تو انہوں نے صرفِ نظر سے کام لیا۔ ان جنگجوؤں نے روسی فوج کو افغانستان سے نکل جانے پر مجبور کر دیا، روس نے مجاہدین کے ہاتھوں اپنی شکست کا اعلان کیا، جس میں اس نے تقریباً دس سال کے مقابلے کے بعد بہت سے فوجیوں اور ہتھیاروں کا نقصان اُٹھایا تھا، کیونکہ افغانستان میں روسی فوج کے خلاف ان مجاہدین کو دنیا بھر سے اپنے مسلمان بھائیوں کی مدد حاصل تھی۔

یہ مثال موجودہ دور میں اس بات کی تصدیق کرتی ہے کہ اگر امت اپنے مسائل کو یوں اپنائے جیسے کہ اپنانے کا حق ہے، تو یہ اپنے دشمنوں پر فتح حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکتی ہے۔ اگر ایسا ہوتا ہے تو امت مسلمہ اپنے آباؤ اجداد کی طرح کامیاب ہو جائے گی۔ یہ کہا جاتا ہے کہ خالد بن ولیدؓ نے ایران کے شہنشاہ خسرو کو خط لکھا تھا کہ جس میں انہوں نے لکھا کہ ،أسلم تسلَم، والا جئتك برجال يصرّون على الموت كما تصرون أنتم على الحياة ،"اسلام کو تسلیم کرو اور محفوظ ہو جاؤ، ورنہ میں تمہارے پاس ایسے لوگ لے کر آؤں گا جو موت سے اس طرح محبت کرتے ہیں کہ جس طرح تم سب زندگی سے محبت کرتے ہو"۔ خط پڑھنے کے بعد خسرو نے چین کے شہنشاہ سے امداد کی درخواست کی۔ چین کے شہنشاہ نے اس کو جواب دیا، "اے خسرو! میں ایسے افراد کا سامنا نہیں کر سکتا جو پہاڑوں کو اکھاڑ سکتے ہیں اگر وہ اس چیز کا ارادہ کر چکے ہیں"۔ شام کے لوگ اپنے بھائیوں کو پکارتے رہے یہاں تک کہ ان کی زبان، گلے اور منہ خشک ہو گئے! شام کے لوگوں نے جابر کے خلاف اپنے انقلاب کے شروع کے دنوں ہی سے اپنے بھائیوں یعنی اس امت کے بیٹوں سے مدد طلب کی۔ مگر امت کے بیٹوں میں سے چند ہی ان کی مدد کو پہنچ سکے کیونکہ زیادہ تر عالمی طاقتوں اور مسلم ممالک میں ان کے ایجنٹ حکمرانوں نے ان کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کر دیں۔

اس جنگ کے نتیجے میں دس لاکھ سے زائد لوگ ہلاک ہو چکے ہیں، پچاس لاکھ سے زائد لوگ اپنے ہی ملک میں پناہ گزین بن گئے ہیں، ساٹھ لاکھ سے زائد افراد دوسرے ملکوں میں مہاجر بن چکے ہیں، جبکہ دس لاکھ سے زائد لوگ شام کے اُن علاقوں میں پھنسے ہوئے ہیں جو محاصرے میں ہیں

اس سے بھی بڑھ کر یہ ہوا کہ مظلوموں کی حمایت کرنے کے بجائے ان ممالک نے بین الاقوامی اتحاد قائم کر کے امت کے خلاف صلیبیوں کی مدد کی۔ شام کے جابر نے شام کے مخلص جنگجوؤں کے خلاف ہر طرح کی طاقت کا استعمال کیا۔ اس جنگ کے نتیجے میں دس لاکھ سے زائد لوگ ہلاک ہو چکے ہیں، پچاس لاکھ سے زائد لوگ اپنے ہی ملک میں پناہ گزین بن گئے ہیں، ساٹھ لاکھ سے زائد افراد دوسرے ملکوں میں مہاجر بن چکے ہیں، جبکہ دس لاکھ سے زائد لوگ شام کے اُن علاقوں میں پھنسے ہوئے ہیں جو محاصرے میں ہیں۔ اس کے علاوہ ایک لاکھ سے زائد افراد گمشدہ ہیں جو ظالم بشار الاسد کی جیلوں میں قید ہیں جن پر ذہنی اور جسمانی زیادتیوں کے ساتھ ساتھ مختلف اقسام کا ایسا تشدد کیا گیا ہے جو کہ ہسپانوی قبضے کے دوران بھی نہیں دیکھا گیا تھا کہ جس سے جنگل کے جنگلی جانور بھی شرمائے جائیں۔

شام کے عوام اپنی معمولی استعداد پر بھروسہ کرتے ہوئے حکومت اور بین الاقوامی اتحاد کے خلاف انقلاب آگے بڑھاتے رہے۔ جان اور مال میں شدید نقصانات اُٹھانے کی وجہ سے، "ان کے پاس اب کھونے کے لئے کچھ بھی باقی نہیں ہے"۔ اس کے باوجود، وہ انقلاب کو جاری رکھنے اور جابر کی حکومت کو گرانے اور اسے ایک ایسے نظام، جس سے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہو، سے بدلنے کا مقصد حیرت انگیز طور پر ان کے ذہن میں واضح رہا اور وہ استقامت کے ساتھ کھڑے رہے۔ اگر دور اور قریب کے لوگوں کی سازشیں، اور مسلمان بھائیوں کا انہیں تنہا چھوڑ دینا نہ

ہوتا تو یہ لوگ جابر بشار الاسد کی حکومت کو کب کا گرا چکے ہوتے۔یقیناً اُن کا ادراک اور معاملہ فہمی اپنے افغان بھائیوں سے زیادہ ہے۔اگران کی جگہ کسی اور نے اتنی اموات اور ذلت ورسوائی کا سامنا کیا ہوتا . . . تواُن میں سے ایک بھی ان مظالم کے آگے نہ ٹھہر سکا ہوتا،بلکہ کب کا مجرمانہ بین الاقوامی موقف اور دمشق میں اُن کی نمائندہ نُصیری حکومت کو قبول کرچکا ہوتا۔لہٰذا حکومت کے شدید کفر اور ناانصافیوں نے شام کے عوام بشمول مزاحمت کاروں اور باغیوں کے لیے کوئی رستہ نہیں چھوڑا سوائے اس کے کہ وہ آخری دم تک طارق بن زیاد کی طرح استقامت کا مظاہرہ کریں کہ جب دشمن نے اُس کی افواج کی کشتیاں جلادیں اور پھر دشمن اُس کی فوج کے سامنے آگیا تھا۔اب پیچھے سمندر اور سامنے دشمن تھا اور طارق کے پاس آخری دم تک یا فتح و کامیابی تک لڑنے کے سوا کوئی دوسری صورت نہیں تھی۔

شام کے مسلمانوں کی اس ظلم کی آندھی کے سامنے استقامت دیکھانا، باقی امت کو یہ بہانہ فراہم نہیں کرتا کہ وہ ان کی مدد نہ کریں۔اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے، ﴿ **إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوْا وَنَصَرُوا أُولَئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يُهَاجِرُوا مَا لَكُمْ مِنْ وَلَايَتِهِمْ مِنْ شَيْءٍ حَتَّى يُهَاجِرُوا وَإِنِ اسْتَنْصَرُوكُمْ فِي الدِّينِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ إِلَّا عَلَى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِي** ﴾ "بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے (اللہ کے لئے) وطن چھوڑ دیئے اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے (مہاجرین کو) جگہ دی اور (ان کی) مدد کی وہی لوگ ایک دوسرے کے حقیقی دوست ہیں، اور جو لوگ ایمان لائے (مگر) انہوں نے (اللہ کے لئے) گھر بار نہ چھوڑے تو تمہیں ان کی دوستی سے کوئی سروکار نہیں یہاں تک کہ وہ ہجرت کریں اور اگر وہ دین (کے معاملات) میں تم سے مدد چاہیں تو تم پر (ان کی) مدد کرنا واجب ہے مگر اس قوم کے مقابلے میں (مدد نہ کرنا) کہ جن کے ساتھ تمہارا (صلح وامن کا) معاہدہ ہو، اور اللہ ان کاموں کو جو تم کر رہے ہو خوب دیکھنے والا ہے" (الانفال: 72)۔یہ بات یقینی ہے کہ شام کی حکومت کمزور اور تھکی ہوئیے جو اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ تھوڑی ہی کوشش کے ساتھ شام کے عوام کو فتح دلائی جاسکتی ہے۔اسلامی دنیا میں سے کسی بھی ریاست کو اگر مسلمانوں کی مدد سے متعلق اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حکم پر عمل کرنے کی فکر ہے تو اُسے چاہیے کہ وہ شام کے انقلاب کو آگے بڑھانے کے لئے ہتھیار اور افراد فراہم کرے۔مثال کے طور پر پاکستان اپنے کچھ کمانڈوز بہترین ہتھیاروں، جیسے کہ کندھے سے استعمال ہونے والی طیارہ شکن بندوقوں، کے ساتھ بھیج سکتا ہے، جو کہ روسی، ترک، امریکی اور اتحادی افواج کی فضائی قوت کو غیر فعال کرسکتے ہیں، کیونکہ اُن کی فضائی برتری وہ چیز ہے کہ جو جنگجوؤں سے پہلے عام شہریوں کو ہلاک کرتی ہے۔جس سے طاقت کا توازن اتحادی افواج کے حق میں نہیں رہے گا اور جابر بشالاسد کی حکومت ختم ہوجائے گی۔لیکن، یہ سب کو اچھی طرح معلوم ہے کہ اسلامی دنیا کی حکومتیں بشمول پاکستان کی حکومت اور اُس کی موجودہ سیاسی اور فوجی قیادت، ایسی حکومتیں اور حکمران ہیں جو مغربی ایجنٹ ہیں جن کو مسلمانوں کے گردنوں پر مسلط کیا گیا ہے۔ یہ جابر بشار کی حکومت کے مقابلے میں کم مجرم نہیں ہیں۔تو ان سے یہ توقع کرنا کہ وہ شام کے انقلاب کی حمایت کریں گے، بیکار ہے۔اس کے بجائے یہ حکومتیں ترکی کی طرح، اتحادی افواج کی میزبانی و مدد کریں گی اور بشار الاسد، روس، امریکہ اور ایران کے ساتھ مل کر مردوں، عورتوں اور بچوں کے قتل اور تباہی میں ایسے حصہ لیں گی کہ جس سے پتھر اور درخت بھی نہ بچ سکیں....تاکہ انقلاب ختم ہوجائے اور عوام امریکی ایجنٹ جابر بشار کی حکمرانی کو قبول کرنے کے لئے مجبور ہوجائیں۔

> اگر شام کے لوگوں کی جگہ کسی اور نے اتنی اموات اور ذلت ورسوائی کا سامنا کیا ہوتا...تواُن میں سے ایک بھی ان مظالم کے آگے نہ ٹھہر سکا ہوتا، بلکہ کب کا مجرمانہ بین الاقوامی موقف اور دمشق میں اُن کی نمائندہ نُصیری حکومت کو قبول کرچکا ہوتا

جی ہاں، اسلامی امت سب اقوام سے الگ امت واحدہ ہے۔جب تک کہ یہ امت اپنے مسائل کے حل کے لئے ایک جسمِ واحد کی طرح کھڑی نہیں ہوگی، یہ اپنے مقصد کو حاصل نہیں کرپائے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **«الْمُسْلِمُونَ تَتَكَافَأُ دِمَاؤُهُمْ يَسْعَى بِذِمَّتِهِمْ أَدْنَاهُمْ وَيُجِيرُ عَلَيْهِمْ أَقْصَاهُمْ وَهُمْ يَدٌ عَلَى مَنْ سِوَاهُمْ يَرُدُّ مُشِدُّهُمْ عَلَى مُضْعِفِهِمْ وَمُتَسَرِّيهِمْ عَلَى قَاعِدِهِمْ لَا يُقْتَلُ مُؤْمِنٌ بِكَافِرٍ وَلَا ذُو عَهْدٍ فِي عَهْدِهِ»** " مسلمانوں کے خون برابر ہیں، ان میں سے ادنیٰ شخص بھی کسی کو امان دے سکتا ہے، اور سب کو اس کی امان قبول کرنی ہوگی، اسی طرح دور مقام کا مسلمان پناہ دے سکتا ہے

بقیہ صفحہ 7 پر

# مسلم ممالک کی تعلیمی پالیسی

**تحریر: براءۃ المناصرۃ**

ریاستیں اپنی تعلیمی پالیسی اور تعلیمی اسالیب پر گہری توجہ دیتی ہیں اور وہ اسے پوری آگاہی کے ساتھ بناتی ہیں کیونکہ اس سے انفرادی شخصیت کی تعمیر کے ساتھ ساتھ دیگر اقوام میں ریاست کے مرتبہ و مقام کی بھی پہچان بنتی ہے۔ایک کامیاب تعلیمی پالیسی نہ صرف طالبِ علم کو علم کے زیور سے آراستہ کرتی ہے بلکہ معاشرے کے لیے بھی کام کرتی ہے جہاں اسکول اور یونیورسٹیاں، نظریات اور تخلیقی سکالرز کی پیداوار کا مرکز ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں تعلیمی نصاب اور تعلیمی اسلوب و ذرائع تعلیم کے معیار اور طلباء میں تخلیقی صلاحیتوں کو پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

مسلم دنیا کی تعلیمی پالیسی پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایسی پالیسی ہے جس سے کوئی مقصد حاصل نہیں ہوتا۔ یہ پالیسی تعلیم کی بجائے جہالت پھیلاتی ہے۔اس کے تعلیمی طریقہ کار سے بہت واضح ہے کہ یہ پالیسی قائدانہ اصول اور تخلیقی صلاحیتوں کی بجائے تقلید اور نقالی کے اصول کو پروان چڑھاتی ہے۔ یہ ناکام طریقے سوچنے کے عمل میں رکاوٹ بن کے طالبِ علم کی تخلیقی صلاحیت کو تباہ کر دیتے ہیں، کیونکہ یہ محض معلومات کو رٹ لینے اور صرف مفروضوں کی تعلیم پر مبنی ہیں، اور ان کا محور مختلف معلومات کو محض حفظ کرنا ہے، نہ کہ ان معلومات کو سمجھا جائے، ان کا تجزیہ کیا جائے یا حقیقت پر انہیں لاگو کیا جائے۔ لہٰذا تصورات محض معلومات کے طور پر طلباء کے اذہان میں موجود ہوتے ہیں جنہیں وہ بغیر کسی ادراک کے دھراتے رہتے ہیں اور امتحانات میں انہیں جوں کا توں لکھ آتے ہیں۔ ان کے لیے تعلیم زندگی کے معاملات کے متعلق علم و آگاہی حاصل کر کے امت کو بلندی دلانے کا ذریعہ نہیں بلکہ محض نمبر اور ڈگریاں لینے کا نام ہے۔

یہ ناکام تعلیمی طریقہ کار تجرباتی(سائنسی) اور غیر تجرباتی علوم میں یکساں استعمال کیا جا رہا ہے۔ غیر تجرباتی علوم جیسے تاریخ، زبان دانی، اسلامی فقہ، تفسیر، حدیث وغیرہ معلومات سے بھرپور ہیں جن کو سمجھنے سمجھانے، تقابل اور تنقید کرنے کی بنیاد پر نہیں پڑھایا جاتا بلکہ اس انداز سے پڑھایا جاتا ہے کہ یہ معلومات ہیں کہ جنہیں ذہن نشین کرنا ہے۔ کالج اور یونیورسٹیوں میں بہت سے سوالات اب بھی یوں دیے جاتے ہیں کہ فلاں کو بیان کریں، فلاں کو شمار کریں، فلاں کو ثابت کریں، اور تعلیم کا اُکتا دینے والے طریقہ اس کے علاوہ ہے۔ اگر ہم عربی زبان کی تعلیم کی مثال لیں، تو ہم دیکھتے ہیں کہ یہ ولولہ انگیری سے کم اور غیر لچکدار انداز سے زیادہ پڑھائی جاتی ہے، کہ جس سے طالبِ علم کی تحریری، تقریری اور ترکیب سازی کی صلاحیتیں پروان نہیں چڑھتیں۔ حتیٰ کہ عبارت نگاری جس کا مقصد یہ ہے کہ طالبِ علم لکھ سکے، اظہارِ بیان کر سکے اور اپنے اندر موجود مصنّف کو ڈھونڈ نکالے، کو کسی موضوع پر لکھنے سے ہٹا کر درسی کتاب کی کسی کہانی کو اختصار سے بیان کرنے تک محدود کر دیا جاتا ہے۔ اور اگر لکھنے کو کہا بھی جائے تو ان کو پابند کیا جاتا ہے کہ وہ دیے گئے فریم ورک اور لگے بندھے انداز سے انحراف نہ کریں جو کہ بیان کرنے کے نئے اسالیب اور استعاروں کو دریافت کرنے کی راہ میں رکاوٹ بن جاتا ہے۔جہاں تک تجرباتی سائنسی علوم جیسے کیمسٹری، فزکس وغیرہ کا تعلق ہے تو وہ بھی روایتی انداز سے پڑھائے جاتے ہیں۔ان کے لیے بھی یادداشت کا سہارا لیا جاتا ہے، نہ کہ اس طرح پڑھائے جائیں کہ تجربات اور پریکٹس کے ذریعے وہ اپنے خواس خمسہ سے خود ان کا مشاہدہ کر سکیں اور یوں معلومات طلبا کے ذہین میں پختہ ہو جائیں اور وہ کسی بھی دی گئی معلومات کو صحیح اور غلط کی بنیاد پر خود جانچ سکیں۔ اگر تعلیمی نصاب میں تحقیقی موضوعات شامل بھی ہیں، تو ان کی تحقیق کے لیے انفراسٹرکچر ہی موجود نہیں اور ایسی تجربہ گاہوں، آلات اور ریفرنس مواد کی کمی ہے کہ جو تحقیق اور ریسرچ کے لیے درکار ہیں۔ ایسے وسائل کے حامل اسکول اور یونیورسٹیاں بہت کم ہیں، کچھ غیر سرکاری اور نجی اداروں میں غیر ملکی امداد اور عطیات کی بنا پر یہ سہولیات میسر ہیں، لیکن یہ سہولیات کچھ شرائط کے ساتھ مہیا کی جاتی ہیں اور یہ سہولیات یقیناً ایسی نہیں ہوتیں کہ سوچنے، تجزیہ کرنے اور ترقی و بلندی اور نشاۃِ ثانیہ حاصل کرنے میں مددگار ہوں۔

نہ صرف یہ کہ اسلامی ممالک میں حکومتیں تعلیم اور طلباء پر توجہ نہیں دیتیں، بلکہ شعبۂ تعلیم سے منسلک افسران سائنسی مضامین کو کم کر کے ان کی جگہ ڈانس اور میوزک کی کلاسز کے خواہاں ہیں، جس کے باعث سائنسی ترقی اور ایجادات کے فروغ کی بجائے کرپشن

مسلم دنیا کی تعلیمی پالیسی پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایسی پالیسی ہے جس سے کوئی مقصد حاصل نہیں ہوتا

اور جہالت پھیلتی ہے۔ تیونس کے وزیرِ تعلیم ناجی جلول نے الحوار ٹی وی چینل کے پروگرام میں کہا، "حساب اور فزکس کم ہونی چاہیے اور ہمیں ڈانس اور میوزک سکھانے کے اوقات میں اضافہ کرنا چاہئے"۔

تعلیم کے اس طریقے سے طلباء محض معلومات کے سطحی اور تصوراتی حصول تک محدود رہتے ہیں جو طلبا میں اکتاہت پیدا کرتا ہے اور انہیں نوخیزی و سرگرمی سے دور رکھتا ہے۔ اس سے طلباء میں سیکھنے اور اسکول سے رغبت کا جذبہ نہیں اُبھرتا۔ تحقیق ثابت کرتی ہے کہ اکتا دینے والے تعلیمی طریقے اور اسالیب اسکول و کالج چھوڑ دینے کی وجہ بنتے ہیں، علاوہ ازیں یہ زندگی کی حقیقتوں کا سامنا کرنے اور فیصلہ لینے کی صلاحیت پیدا کرنے میں مددگار نہیں ہیں۔ مختصراً یہ کہ تعلیم صرف طلبا کو طوطے کی طرح معلومات رٹانے کا ذریعہ ہے جنہیں وہ ذہن نشین کر کے دُھراتے رہتے ہیں۔

ہم اس واضح فرق، کمی اور خلا کا مشاہدہ کر سکتے ہیں جو ہمارے اور مغرب کے طالب علموں میں موجود ہوتا ہے جب ہمارے طلبا مغربی دنیا کی یونیورسٹیوں میں تعلیم کی غرض سے جاتے ہیں، یہ اس تعلیمی طریقہ کے غلط ہونے کی بڑی دلیل ہے۔

تو پھر وہ کون سا طریقہ تعلیم ہے جو علماء اور موجد پیدا کرتا ہے؟ یہ وہ طریقہ ہے جو ذہن کو تعلیم اور سیکھنے کا ایک آلہ بناتا ہے اور اس کا انحصار ایسے طریقۂ تعلیم پر ہے کہ جہاں استاد طلبا کو فکری انداز میں مخاطب کرے اور سیکھنے والا علم کو فکری طور پر قبول کرے، جس میں طلبا تک افکار کامیابی اور تیزی سے پہنچانے کے لیے اسلوب اور ذرائع کو ضرورت کے لحاظ سے تبدیل کیا جائے، اور مختلف انواع کے طریقے بروئے کار لائے جائیں جیسے مکالمہ، بحث و مباحثہ، کہانی، مصنوعی ماڈل، مسائل کو حل کرنے کی پریکٹس اور تجربات کے ذریعے براہِ راست اور عملی تربیت اور تخیل کا استعمال۔ اگر استاد طالبِ علم کو کوئی فکر دینا چاہتا ہے تو وہ اظہار کے ایک یا ایک سے زائد ذرائع استعمال کرتا ہے، خصوصاً زبان دانی کے۔ اگر اس فکر کو کسی ایسی حقیقت کے ساتھ جوڑا جائے جسے طالب علم نے پہلے کبھی محسوس کیا ہو، یا اس سے ملتی جلتی حقیقت کو محسوس کیا ہو، یا خواسِ خمسہ کے ذریعے طالب علم کو اس حقیقت کا احساس دلایا جائے تو یہ فکر طالب علم تک ایسے منتقل ہو گی جیسے وہ خود اس نتیجے پر پہنچا ہو۔ لہٰذا استاد کے لیے

تحقیق ثابت کرتی ہے کہ اکتا دینے والے تعلیمی طریقے اور اسالیب اسکول و کالج چھوڑ دینے کی وجہ بنتے ہیں، علاوہ ازیں یہ زندگی کی حقیقتوں کا سامنا کرنے اور فیصلہ لینے کی صلاحیت پیدا کرنے میں مددگار نہیں ہیں

لازم ہے کہ وہ افکار کے معانی و مطالب کو طلبا کے ذہن کی دسترس میں کرے، حقیقت کے احساس کے ساتھ جوڑ کر یا کسی ایسی حقیقت کے احساس کے ساتھ جوڑ کر جو اس سے ملتی جلتی ہو اور جسے طالب علم محسوس کرتے ہوں، تاکہ وہ افکار حاصل کریں، نہ کہ صرف معلومات، اور اس کے لیے متعدد تعلیمی ذرائع اور طریقہ کار استعمال کیے جائیں، جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا۔

ہمیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ ذرائع اور اسالیب مستقل نہیں ہوتے اور استاد کو طلباء کے درمیان فرق کو سامنے رکھتے ہوئے نصاب میں موجود افکار ان تک پہنچانے کے لیے نئے ذرائع اور اسالیب تلاش کرنے چاہیے، جو موثر ہوں۔ مثلاً پہلے فکری تعلیم میں قلم اور کاغذ، زبانی طریقہ کار، لکھ کر مشق کرنے اور ہو بہو نقل کرنے کے طریقے استعمال ہوتے تھے، جبکہ آجکل اس میں تصاویر، ویڈیوز، آڈیوز اور لیباٹریوں میں تجربے کا استعمال ہوتا ہے۔

مثلاً اگر ہم طلباء کو ایسے مادے کے متعلق سکھانا چاہتے ہیں جو حرارت اور بجلی اپنے اندر سے گزرنے دیتے ہیں اور وہ مادے جو اس ترسیل میں رکاوٹ بنتے ہیں تو بجائے اس کے کہ یہ معلومات کاغذ پر ان تک پہنچائی جائیں، اس کا درست طریقہ یہ ہے کہ طلباء ایک ایسی لیباٹری میں اس کا تجربہ کریں جس میں اس تجربے کے لیے درکار آلات موجود ہوں۔ لہٰذا طلباء اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر سکیں گے کہ کس طرح تانبے سے بجلی گزر جاتی ہوتی ہے مگر پلاسٹک سے نہیں، اور ہاتھ لگا کر محسوس کر سکیں کہ کس طرح اس سے حرارت کی ترسیل ہو سکتی ہے مگر پلاسٹک سے نہیں۔ جب ماضی کے مسلم حکمرانوں کی فتوحات اور جنگوں کو تاریخ میں پڑھانا ہو تو ہم ویڈیو، نقشے اور دیگر ذرائع استعمال کر سکتے ہیں تاکہ ان واقعات کی تصویر طلباء کے ذہن کے قریب آ جائے۔ اسلامی عقیدہ کو سکھاتے ہوئے ہمیں عقیدے سے متعلق معلومات تک ہی محدود نہیں رہنا چاہیے بلکہ ہم بات کو یقینی بنائیں کہ طلبا پر اس عقیدہ کا اثر ہو۔ وہ اللہ کی خاطر جہاد کی عظمت کو محسوس کریں اور اس بات کو جان لیں کہ جہاد لوگوں اور اقوام تک اسلام کی دعوت پہنچانے کا طریقہ ہے، اور وہ جہاد کے ساتھ مسلمانوں کی وابستگی، مسلمانوں پر اس کی فرضیت، اس کا اجر، اللہ کی راہ میں شہادت، قربانی اور اسلام پر فخر کے مطلب کو سمجھیں، اسی طرح شکست یافتہ جنگوں سے سیکھا ہوا سبق اور فتح کی وجوہات جیسے افکار کو ذہنوں میں پیوست کرنا چاہیے۔ جب عربی زبان اور اس کی صرف و نحو (گرامر)، خصوصیات اور فصاحت و بلاغت وغیرہ کو سکھایا جائے تو یہ معلوماتی انداز میں نہیں ہونا چاہیے

بلکہ اس کو اسلامی عقیدہ سے جوڑ کر پڑھانا چاہیے کیونکہ یہ قرآن کی زبان ہے، جس سے قرآن اور سنت کو سمجھا جاتا ہے، احکامِ شریعہ اخذ کیے جاتے ہیں اور قرآن کے معجزہ ہونے کو محسوس کیا جاتا ہے۔ متعدد تکنیکی طریقوں کو استعمال کرتے ہوئے طلباء کو معلومات اس طرح فراہم کی جائیں کہ وہ بحث، تحقیق اور تجزیے میں اپنے عربی کے علم کو استعمال کریں، اور زبان دانی کی تخلیقی اور تحریری صلاحیتوں کو اُجاگر کریں۔

جب ہم ناکام تعلیمی پالیسی اور لاحاصل تعلیمی طریقہ کار کی بات کرتے ہیں تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ مسلم امت میں موجدین، سائنسدانوں اور تخلیقی افراد کی کمی ہے، بلکہ اس کے برعکس الحمداللہ اس امت میں بے پناہ صلاحیت اور استعداد چھپی ہوئی ہے اور بے شمار ذہین اور تخلیقی افراد موجود ہیں۔ لیکن ان کو توجہ، عزت اور مالی معاونت نہیں دی جاتی، نہ ہی حکومت کی طرف سے ان کے کام اور تخلیقی صلاحیتوں کو سراہا جاتا ہے۔ کتنے ہی موجدین اور تخلیقی افراد اپنے ممالک سے جانے پر مجبور ہوئے کیونکہ ان کے ممالک میں مناسب مواقع اور سازگار حالات نہیں تھے، اور پھر بعد میں ہم نے ان کی ایجادات اور دریافتوں کے بارے میں سنا جو انہوں نے وہاں جاکر کیں جہاں وہ ہجرت کر کے گئے تھے۔ انھی افراد میں سے ایک تیونس کے انجینئر اشرف بن ثابت بھی ہیں جو جرمنی گئے اور وہاں انہوں نے پہلا k4 کیمرہ ایجاد کیا جو طب میں استعمال ہوتا ہے۔

تشویش یہ ہے کہ مسلم ممالک کی حکومتیں ان کی معاونت کر رہی ہیں جن میں رقص کرنے، گانے اور کھیلنے کا "ہنر" موجود ہے، جو فضول ہے۔ وہ ان کے لیے پروگرام اور مقابلے منعقد کرواتے ہیں اور ایسے پروگراموں پر کروڑوں خرچ کرتے ہیں کیونکہ یہ وہ نظام ہے جو مغربی ممالک اور عالمی تنظیموں کے تعاون اور امداد سے کرپشن اور جہالت نافذ کرتا ہے۔ یہ ممالک اور تنظیمیں جان بوجھ کر ہمارے بچوں میں نصاب کے ذریعے جہالت پھیلاتی ہیں، ایسا نصاب کہ جو تخلیقی صلاحیتوں کو ختم کرتا ہے اور عملی تجربے، تنقیدی سوچ اور عقل کے استعمال سے محروم کرتا ہے، کیونکہ اس کا انحصار طالب علموں کو معلومات ذہن نشین کرانے پر ہے، جنہیں حقیقت کے ساتھ جوڑ کر بیان نہیں کیا جاتا، ان کا فہم و ادراک پیدا نہیں کیا جاتا اور نہ ہی ان کا تجزیہ کرنا سکھایا جاتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ ایسی تعلیمی پالیسیاں کسی بھی طرح تخلیقی صلاحیتوں کو پروان چڑھانے کا باعث نہیں بن سکتی اور موجودہ ایجنٹ

> **الحمداللہ اس امت میں بے پناہ صلاحیت اور استعداد چھپی ہوئی ہے اور بے شمار ذہین اور تخلیقی افراد موجود ہیں۔ لیکن ان کو توجہ، عزت اور مالی معاونت نہیں دی جاتی، نہ ہی حکومت کی طرف سے ان کے کام اور تخلیقی لاحیتوں کو سراہا جاتا ہے**

حکومتیں کبھی بھی تخلیقی لوگوں کی پشت پناہی نہیں کر سکتی۔ اس کی پشت پناہی و حوصلہ افزائی صرف ایک ایسی ریاست ہی کر سکتی ہے جو تعلیم پر توجہ دے اور اس کو امت میں رہنما پیدا کرنے کا سب سے اہم ذریعہ سمجھے، جو امت اور پھر دنیا کی ذمہ داری اٹھائیں، اور وہ اس مقصد کو سامنے رکھتے ہوئے تعلیمی پالیسی بنائے اور اسکولوں اور یونیورسٹیوں میں لائبریریوں، لیباٹریوں اور علم کے دیگر ذرائع کا ضروری ڈھانچہ بنائے اور تحقیق کے لیے اعلیٰ ترین وسائل مہیا کرے۔ ایسی ریاست جو سائنس اور سائنسدانوں کی حوصلہ افزائی کرے اور ان کو سائنس کے میدان میں ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی حوصلہ افزائی کرے، جیسے خلیفہ مامون نے کیا جو عربی کے علاوہ کسی زبان کی کتاب کو عربی میں ترجمہ کرنے پر اس کتاب کے وزن کے برابر سونا مترجم کو انعام میں دیتا تھا۔ اور کچھ روایات کے مطابق وہ کتابیں تحریر کرنے پر بھی نوازتا تھا۔ اور جیسے ہارون الرشید نے کیا جس کے زمانے کے متعلق عبداللہ بن مبارک نے کہا: "میں نے اتنے علماء، قرآن کے قاری اور نیک کاموں میں سبقت کرنے والے اور حرمت کی حفاظت کرنے والے رسول اللہ ﷺ، خلفاء اور صحابہ کے زمانے کے علاوہ نہیں دیکھے سوائے اس (ہارون الرشید کے) زمانے میں۔ میں نے آٹھ سالہ بچوں کو پورا قرآن سیکھتے ہوئے دیکھا ہے اور ایسے بچے جو گہرائی سے فقہ، سائنس اور حدیث پڑھتے ہیں اور شاعری کی کتابیں لکھتے ہیں اور گیارہ سالہ بچے جو اپنے استاد سے بحث کرتے ہیں"۔ یہ صرف اس وجہ سے ممکن ہوا کہ وہ اس امر پر نہایت توجہ دیتا تھا اور چھوٹی عمر سے ہی اس کو علم، علماء اور طلباء سے لگاؤ تھا۔

ایک اعلیٰ ترین تعلیمی نظام کا نفاذ صرف خلافتِ راشدہ الثانی میں ہی ممکن ہے جو نبوت کے نقشِ قدم پر قائم ہو اور امت کو اپنی پہلی حالت میں واپس لائے جہاں وہ ہر شعبے میں اول تھی، جس کے مدارس سائنسدان، یاستدان اور مختلف شعبوں کے لیڈر پیدا کرتے تھے اور جس نے ایک مثالی اسلامی معاشرے کی بنیاد رکھی تھی۔ اس ریاست نے مدبر سیاستدان، فوجی جرنیل اور فقہاء اور سکالر پیدا کیے اور دنیا کو اندھیروں سے نکال کر اسلام کی روشنی میں لے آئی اور ہم اللہ سے اس کی جلد واپسی کی دعا کرتے ہیں۔

ختم شد

# خامنی کا خطابِ واشنگٹن کے خلاف زبانی جمع خرچ

تحریر: احمد خطوانی

نومبر کے آغاز میں ایرانی انقلاب کے مرشد اعلیٰ آیت اللہ خامنی نے واشنگٹن پر بھرپور زبانی حملہ کیا اور امریکہ کو "ایرانی قوم کا دشمن" قرار دیتے ہوئے کہا کہ "ایٹمی معاہدے کے حوالے سے ایران واشنگٹن کے دباؤ کو قبول نہیں کرے گا"۔ انہوں نے امریکی صدر کے بیان کو "ہماری قوم کے خلاف احمقانہ اقدام" قرار دیا۔ خامنی نے کہا کہ "اس (امریکی صدر کے بیان) سے ایرانی قوم کے ساتھ امریکہ کی گہری عداوت کا اظہار ہوتا ہے۔۔۔ایران ایٹمی معاہدے کے حوالے سے اس کی دھمکیوں کو ہرگز قبول نہیں کرے گا" اور یہ کہ "امریکہ ایٹمی مذاکرات کے نتائج کو تباہ کرنے کے لیے ہر حربہ استعمال کر رہا ہے"۔ خامنی کے بقول "ایران کی جانب سے مزید کسی بھی قسم کی پسپائی کا اظہار امریکہ کی غنڈہ گردی کو تقویت دینے کا سبب بنے گا اس لیے مزاحمت ہی واحد آپشن ہے"۔ ایرانی قیادت کی امریکہ کے خلاف اس قسم کی لفظی جنگ کوئی نئی اور عجیب بات نہیں کیونکہ ایرانی انقلاب کے بعد تیس سال سے زیادہ عرصے سے یہی ہو رہا ہے؛ یہ زبانی جمع ایرانی ریاست کی جانب سے امت کی دشمنی اور امت کے دشمنوں کے ساتھ سودے بازی کے حوالے سے مسلمانوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنا ہے۔

مثال کے طور پر شام کے انقلاب کے خلاف ایران کا سرکاری رسوا کن موقف اور شام کے قصائی بشار کے ساتھ شانہ بشانہ کھڑے ہونے کی کوئی توجیہ ممکن نہیں ہے، اس لیے ایران اپنے موقف اور عمل کو بظاہر امریکہ مخالف پالیسی میں چھپانے کی کوشش کر رہا ہے اور یہ ظاہر کر رہا ہے کہ ایران امریکی جبر اور شر کی مزاحمت کر رہا ہے۔ اسی طرح ایران شام، عراق وغیرہ میں کرائے کی ملیشیاؤں کی براہِ راست مدد کر رہا ہے اور دہشت گردی کے خلاف جنگ کے نام پر اسلام کے خلاف جنگ میں روس اور امریکہ کے ساتھ اتحاد قائم کیے ہوئے ہے، وہ آذربائیجان کے مسلمانوں کے خلاف آرمینیا کی صف میں کھڑا ہے اور سعودی عرب کے

ایرانی قیادت کی امریکہ کے خلاف اس قسم کی لفظی جنگ کوئی نئی اور عجیب بات نہیں کیونکہ ایرانی انقلاب کے بعد تیس سال سے زیادہ عرصے سے یہی ہو رہا ہے؛ یہ زبانی جمع ایرانی ریاست کی جانب سے امت کی دشمنی اور امت کے دشمنوں کے ساتھ سودے بازی کے حوالے سے مسلمانوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنا ہے

ساتھ مل کر عالم اسلام میں شیعہ سنی کے درمیان لڑائی کے لیے فرقہ واریت کو ہوا دینے کی کوشش کر رہا ہے۔ سعودی عرب کی طرح ایران نے بھی افغانستان اور عراق پر قبضے میں امریکہ کی مدد کی اور وہاں امریکہ کی بنائی ہوئی حکومتوں کو سہارا دیا۔ تاہم یہ اور ان جیسے رسوا کن اقدامات پر پردہ ڈالنے اور انہیں عوام کے لیے قابل قبول بنانے کے لیے امریکہ کے ساتھ کشیدگی کا اظہار کرنے اور ایسے جھوٹے بیانات کے ذریعے عوام کو دھوکہ دینے اور ان کے ذریعے مسلمانوں کے امریکہ مخالف جذبات سے کھیلنے کی ایرانی پالیسی مکمل طور پر بے نقاب ہو چکی ہے۔

ایران میں خمینی کی "اسلامی" جمہوریہ کی بنیاد امریکی منصوبہ بندی اور تدبیر سے رکھی گئی تھی، اور یہ حقیقت امریکہ اور برطانیہ سے لیک ہونے والے دستاویزات اور حقائق سے ثابت ہو چکی ہے۔ انقلاب سے پہلے بھی خمینی کے امریکہ کے ساتھ 16 سال سے تعلقات تھے چنانچہ بی بی سی نے خبر دی کہ خمینی نے 1963 میں تہران میں جبری قیام کے دوران امریکی صدر جان کینیڈی کو پیغام بھیجا جس میں امریکی انتظامیہ سے کہا کہ "شاہ کی پالیسیوں پر تنقید کو امریکہ مخالفت کے طور پر نہ لیا جائے، یہ کہ وہ ایران میں امریکی مفادات کے مخالف نہیں، بلکہ وہ امریکہ کی موجودگی کو سوویت یونین کے ساتھ طاقت کے توازن کو قائم کرنے بلکہ برطانیہ کے ساتھ ضروری سمجھتا ہے، وہ اسلام اور دنیا کے دوسرے ادیان خاص طور پر عیسائیت کے درمیان قریبی تعاون پر بھی یقین رکھتا ہے"۔ اس دستاویز میں جس کو سی آئی اے نے لیک کیا ہے یہ واضح کیا گیا ہے کہ "خمینی نے نومبر 1963 میں تہران میں رہا ہونے کے بعد صدر کینیڈی کے ساتھ خفیہ خط و کتابت کا تبادلہ کیا جس میں انہوں نے کہا کہ "ان کی لفظی جنگ کو غلط انداز میں نہ لیا جائے کیونکہ وہ ایران میں امریکی مفادات کی حفاظت کرنا چاہتا ہے"۔ اسی طرح سی آئی اے کی ایک خفیہ دستاویز میں یہ انکشاف کیا گیا ہے کہ 1979 میں رضا شاہ پہلوی کو ہٹا کر اقتدار سنبھالنے سے قبل بھی خمینی اور امریکی انتظامیہ کے درمیان خفیہ

مذاکرات ہوئے تھے۔ان دستاویزات کے مطابق خمینی کی جانب سے وعدہ کیا گیا ہے کہ ملک کی باگ ڈور اس کے حوالے کرنے کی صورت میں وہ خطے میں امریکی مفادات کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔ان دستاویزات میں انکشاف کیا گیا ہے کہ خمینی نے پیرس میں 15 سالہ جلاوطنی کے بعد ایران واپس آنے پر وائٹ ہاوس ایک خصوصی پیغام بھیجا جس میں امریکہ کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کرنے کی خواہش کا اظہار کیا گیا تھا۔

امریکہ 1953 میں مصدق کے زمانے سے ہی شاہ کو ہٹانا چاہتا تھا جو برطانوی ایجنٹ تھا مگر وہ اس میں کامیاب 1979 میں خمینی انقلاب کے ذریعے ہوا۔ نئ امریکی دستاویزات کے مطابق جنھیں سی آئی اے نے لیک کیا ہے" امریکی صدر جمی کارٹر (ایرانی) شاہ کے نظام کو تبدیل کرنے کے زبردست حامی تھے"۔ دستاویزات کے مطابق خمینی انقلاب سے چند دن پہلے جنوری 1979 میں گواڈولوپ کانفرنس Guadeloupe conference کا انعقاد کیا گیا جس کا موضوع ایرانی انقلاب تھا۔بی بی سی فارسی کی رپورٹ کے مطابق کارٹر نے واشنگٹن میں قومی سلامتی کے غیر اعلانیہ اجلاس میں اپنے یورپی ہم منصبوں کو بتا دیا کہ وہ رضاشاہ پہلوی کی حکومت کو ختم کرنے کا فیصلہ کر چکا ہے،اس (شاہ) کو ایران چھوڑ دینا چاہیے۔

اس خفیہ اجلاس کی پریزنٹیشن کے مطابق امریکی صدر 3 جنوری 1979 کو گواڈیلوپ کانفرنس کے لیے روانگی سے چند لمحے پہلے ہی اپنے سینئر مشیروں کے ساتھ غیر رسمی ملاقات میں یہ فیصلہ کر چکے تھے۔ رپورٹ کے مطابق کارٹر کو تہران میں امریکی سفیر ولیم سالیوان نے خبر دی کہ "وہ تاریخی لمحہ آگیا" یعنی شاہ کی حکومت کے سقوط کا وقت آگیا ہے۔ امریکہ کے سابق وزیر خارجہ سایرس فانس اور سی آئی اے کے اس وقت کے سربراہ ٹرنر نے صدر کو "شاہ ایران کو ایران سے روانہ کرنے پر قائل کیا"۔ بالآخر صدر نے شاہ سے بلواسطہ ایران چھوڑنے کا مطالبہ کیا۔ مذکورہ دستاویز کے مطابق صدر

"تہران مشرق وسطی میں استحکام کے لیے ایک بار پھر امریکہ سے تعاون کرنے کے لیے تیار ہے"۔ یہی وجہ ہے کہ امریکہ نے عراق سے اپنی افواج کو نکال کر اس کو چاندی کے پلیٹ میں رکھ کر ایران کے حوالے کیا کیونکہ اس کو تہران میں اپنے ایجنٹوں پر اعتماد تھا،اس وجہ سے ہی افغانستان میں امریکہ کی بنائی ہوئی کرزئی اور اشرف غنی کی حکومتیں ایران کے ساتھ قربت رکھتی ہیں

کے معاون والٹر مونڈیال Walter Mondale نے کہا: "شاہ کو اس طرح روانہ کیا جائے کہ اس کو یہ معلوم نہ ہو کہ اس کے پیچھے امریکہ ہے"۔ یہی وجہ ہے شاہ نے اپنا یہ مشہور مقولہ کہا کہ " یوں امریکہ نے مجھے نکالا اور مرے ہوئے چوہے کی طرح پھینک دیا"۔ خمینی انقلاب کی کامیابی کے بعد امریکہ عراق کے خلاف اس کی جنگ میں پس پردہ اس کی مدد کرتا رہا پھر ایران نے افغانستان اور عراق پر قبضے میں امریکہ کی مدد کی اور طالبان اور صدام حکومت کو گرانے میں معاونت کی۔ ایرانی عہدہ دار رفسنجانی اور ابطحی اس کا فخریہ انداز میں اعتراف کر چکے ہیں کہ امریکہ نے ایران کی مدد سے ہی افغانستان اور عراق پر قبضے میں کامیابی حاصل کی۔اسی طرح بعد میں ایران نے عراق کے داخلی مسائل پر قابو پانے میں بھی امریکہ کی مدد کی چنانچہ برطانیہ میں ایرانی سفیر محمد حسین عادلی نے رائٹرز سے بات کرتے ہوئے وضاحت کے ساتھ کہا:"ایران نے عراق میں انتخابات کو کامیاب بنانے میں امریکہ کے ساتھ انتہائی گہرا تعاون کیا"۔انہوں نے مزید کہا کہ "تہران مشرق وسطی میں استحکام کے لیے ایک بار پھر امریکہ سے تعاون کرنے کے لیے تیار ہے"۔یہی وجہ ہے کہ امریکہ نے عراق سے اپنی افواج کو نکال کر اس کو چاندی کے پلیٹ میں رکھ کر ایران کے حوالے کیا کیونکہ اس کو تہران میں اپنے ایجنٹوں پر اعتماد تھا،اس وجہ سے ہی افغانستان میں امریکہ کی بنائی ہوئی کرزئی اور اشرف غنی کی حکومتیں ایران کے ساتھ قربت رکھتی ہیں۔

یہ ہے خمینی انقلاب کے بعد ایران کی حقیقی تاریخ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ: امریکہ کے ساتھ خطے میں عملی تعاون کرنا مگر اس تعاون پر پردہ ڈالنے کے لیے مصنوعی لفظی اور زبانی دشمنی کا اظہار کرنا۔

ختم شد

# کیا امت کے بیٹے امریکہ کے زوال کا فائدہ اٹھاتے ہوئے

**تحریر:عبدالمجید بھٹی**

چند سال پہلے،امریکہ کے زوال پر مضامین تلاش کرنا انتہائی مشکل تھا۔آج،امریکی طاقت کا زوال ایک مقبول موضوع بن گیا ہے۔ ایسی شہ سرخیاں جیسے "کیا امریکہ زوال پزیر ہے؟"، "امریکہ تیز رفتار زوال کا شکار ہے ..."، "مستقبل: چین کا عروج، امریکہ کا زوال"، اور" امریکہ کا سامراجی زوال جمہوریت کو بچانے کے لئے سب سے بہتر امید ہے"، اب اکثر دکھائی دینے لگی ہیں اور کم متنازعہ سمجھی جاتی ہیں۔وائٹ ہاؤس میں ٹرمپ کا داخلہ اور اس کا"سب سے پہلے امریکہ "کا نعرہ اوراس نعرے پر اصرار نہ صرف امریکہ کے زوال کے بارے میں خیالات کے فروغ کوروکنے میں ناکام رہا ہے، بلکہ اس نے اسے مزید بڑھا دیا ہے۔

جنوری 2018 کے 134 ممالک کے گیلپ سروے کے مطابق دنیا میں امریکہ کے عالمی کردار پر پسندیدگی کا تناسب،جواوباما دور میں 48 فیصد تھا، ٹرمپ کی حکمرانی کے ایک سال بعد ہی کم ہو کر30 فیصد ہوگیا ہے۔عالمی قیادت کے حوالے سے گیلپ سروے کا یہ اب تک ریکارڈ کیا جانے والا سب سے کم تناسب ہے۔

صرف چند دہائیوں پہلے،امریکہ روس کی سرخ (کمیونسٹ) سلطنت کو بغیر ایک گولی چلائے شکست دینے کے نشے میں مست تھا اور بڑے بڑے بیانات ،جیسے کہ "امریکہ دنیا کی واحد عالمی طاقت کی نہج پر پہنچ گیا" اورامریکی "ہائپر پاور" جیسی شہ سرخیوں نے ہر جگہ کو گھیر رکھا تھا۔ مگر آج،وہ دن ایک پرانی حسرت بن گئے ہیں۔

افغانستان کے انتہائی کم تربیت یافتہ اور معمولی ہتھیاروں سے لیس جنگجو،جنہیں طالبان کہتے ہیں،نے دنیا کی سب سے طاقتور فوج کو ذلت سے دوچار کرر کھا ہے۔امریکہ کی سب سے طویل جنگ نے اپنے لوگوں کے حوصلے اور اپنے فوجیوں کی ہمت کو توڑ دیا ہے۔سولہ سال سے زیادہ عرصے تک لڑنے اور اربوں ڈالر خرچ کرنے کے باوجود، افغانستان کی صورتِ حال کا سیاسی حل ایک سراب ہے۔طالبان کو شکست دینے کے بجائے خدشہ یہ ہے کہ امریکہ اشرف غنی کی حکومت سے محروم ہو سکتا ہے۔

جنوری 2018 کے 134 ممالک کے گیلپ سروے کے مطابق دنیا میں امریکہ کے عالمی کردار پر پسندیدگی کا تناسب ،جواوباما دور میں 48 فیصد تھا، ٹرمپ کی حکمرانی کے ایک سال بعد ہی کم ہو کر 30 فیصد ہو گیا ہے۔عالمی قیادت کے حوالے سے گیلپ سروے کا یہ اب تک ریکارڈ کیا جانے والا سب سے کم تناسب ہے

ایک حالیہ بی بی سی کی رپورٹ امریکی حکومت کی کارکردگی کو مسترد کرتی ہے اور واضح طور پر یہ بتاتی ہے کہ طالبان کا اثرورسوخ 70 فیصد افغانستان میں پایا جاتا ہے۔حیرت انگیز طور پر،امریکی محکمہ دفاع نے اس رپورٹ کے جواب میں افغان تعمیراتی منصوبے(سیگار) کے لئے متعین خصوصی تحقیقاتی جنرل کو طالبان کے زیرِاثر علاقوں کی تعداد شائع کرنے سے روک دیا۔

امریکہ کی کمزوری کی ایک اور نشانی شمالی کوریا کے جوہری پروگرام کو روکنے میں اس کی ناکامی ہے۔1994 سے واشنگٹن نے سختی سے پیانگیانگ کو جوہری توانائی حاصل کرنے سے روکا ہوا تھا، لیکن2006 امریکہ کو اُس وقت شدید دھچکہ لگا جب شمالی کوریا نے ایٹمی دھماکہ کیا اور دنیا کے طاقتور ایٹمی کلب میں داخل ہو گیا۔امریکہ اور شمالی کوریا کا تناؤ جوں کا توں ہے۔مزید پابندیوں اور چین کے ساتھ بھرپور براہِ راست ایٹمی جنگ کے علاوہ امریکہ کے پاس اب اس مسئلے کے حل کے آپشنز بہت ہی محدود ہیں۔پیانگیانگ نے امریکہ کے گھٹتے ہوئے مواقعوں کا فائدہ اٹھایا اور جنوبی کوریا کے صدر کو دو طرفہ مذاکرات کے لئے مدعو کر کے واشنگٹن کی طرف سے کسی سفارتی حل کی کوششوں کو ناکام کر دیا۔

جیسا کہ دنیا کی سیاسی بساط پر اکثر ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ سیاسی مقاصد دشمن کے ساتھ جنگ کے ذریعے حاصل ہوتے ہیں یا فوجی طاقت کے مظاہرے کے ذریعہ مخالف ریاست کو مجبور کر کے حاصل ہوتے ہیں۔لیکن ابھی تک افغانستان اور شمالی کوریا دونوں کے معاملے میں امریکہ ناکام ثابت ہوا ہے۔اگر دنیا کی واحد سپر پاور طویل مسائل پر سیاسی حل پیش نہ کر سکے تو اس کی فوجی بالادستی

کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے۔اِن دو ممالک کے معاملات کے حل میں تاخیر امریکہ کے زوال کی اصل حقیقت کو ظاہر کرتی ہے۔اگر واشنگٹن افغانستان کے لئے کوئی مستحکم سیاسی حل پیش نہیں کر سکتا یا شمالی کوریا کو ایسے ایٹمی ہتھیار بنانے سے نہیں روک سکتا جو امریکہ تک مار کر سکتا ہو، تو پھر چین اور روس جیسی دیگر طاقتور قوتوں یا پاکستان اور ترکی جیسی کم طاقتور قوتوں کو کیسے روکے گا کہ وہ اس کے مفادات کو خطرے میں نہ ڈالیں۔

پاکستان امریکی قیادت کے لئے ایک دلچسپ چیلنج کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ سب کو معلوم ہے کہ افغانستان میں جاری مزاحمت، جس میں افغان طالبان، حقانی نیٹ ورک اور دیگر عسکری گروہ شامل ہیں، پاکستانی فوج کے ارد گرد گھومتے ہیں،اور جب بھی امریکہ مزاحمت کاروں کی قیادت کے ساتھ امن مذاکرات پر بات چیت کرنے کا خواہاں ہوتا ہے،اسے اسلام آباد کی لازمی مدد کی ضرورت ہوتی ہے۔اس بات کے باوجود کہ پاکستان تضویراتی گہرائی (اسٹریٹیجک ڈیپتھ) سے محروم ہو چکا ہے لیکن پھر بھی افغان مزاحمت پر اس طرح کے اثرورسوخ کی موجودگی اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ پاکستان امریکہ کو زک پہنچانے کی کس قدر صلاحیت رکھتا ہے، لیکن یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب اسلام آباد ایسا کرنے کی ٹھان لے۔

اور پھر اس کے علاوہ پاکستان کے ایٹمی ہتھیاروں کا معاملہ ہے۔کچھ اندازوں کے پاکستان کے جوہری ہتھیاروں کی تعداد جلد ہی 240 تک پہنچ جائے گی۔اگر شمالی کوریا صرف چند ایٹمی ہتھیاروں کے ساتھ امریکہ کے لئے مشکلات پیدا کر رہا ہے، تو تصور کریں کہ اسلام آباد واشنگٹن کے لئے کن مسائل کا سبب بن سکتا ہے۔اگر پاکستان کے پاس ایک مخلص اور بہادر قیادت موجود ہو تو پاکستان کے لیے عین ممکن ہے کہ وہ افغانستان کو ضم کر لے جس کے بعد وہ خطے سے امریکہ کو نکال پھینکے اور اپنے بہترین ایٹمی ہتھیاروں کے ذخائر کے بل بوتے پر ہندوستان کے ساتھ جنگ کے روایتی خطرے کا سدِ باب کر دے۔

اسی طرح ترکی، اگرچہ وہ ایک غیر ایٹمی طاقت

اسٹرٹ فور (Stratfor) کے امریکی جیوپولیٹیکل فورکاسٹر اور حکمت کار جارج فریڈمن (George Freidman) کے مطابق، ترکی کی مسلح افواج بغیر کسی رکاوٹ کے جرمنی تک ایک گھنٹے میں اور فرانس تک آدھے گھنٹے میں پہنچنے کی صلاحیت رکھتی

ہے مگر یورپ میں امریکی اثرورسوخ کے لئے ایک بہت بڑا چیلنج ہے۔ترکی براعظم یورپ میں اب تک سب سے زیادہ طاقتور نیٹو ملک ہے اور اس کی فوج براعظم یورپ میں امریکی اثرات کو شدید نقصان پہنچانے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ اسٹرٹ فور (Stratfor) کے امریکی جیوپولیٹیکل فورکاسٹر اور حکمت کار جارج فریڈمن (George Freidman) کے مطابق، ترکی کی مسلح افواج بغیر کسی رکاوٹ کے جرمنی تک ایک گھنٹے میں اور فرانس تک آدھے گھنٹے میں پہنچنے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔امریکہ کے علاوہ نیٹو کی کوئی بڑی طاقت جو ترکی کی مغرب کی جانب پیش قدمی کو روک سکتی ہے تو وہ صرف برطانیہ ہے۔

بد قسمتی سے یہ پاکستان اور ترکی کی منافقانہ قیادتیں ہی ہیں جو ان دونوں ممالک کو امریکی برتری کو چیلنج کرنے سے روکے ہوئے ہیں۔صرف خلافت کے اسلامی پرچم کے تحت کام کرنے والی مخلص قیادت ہی یورپ اور برِصغیر میں امریکہ کے اثرو رسوخ کو ختم کرے گی اور دنیا میں ایک نئے اسلامی اثرورسوخ اور حکمرانی کو قائم کرے گی۔لیکن کیا مسلح افواج میں کوئی ہے جو خلافت کو قائم کر کے اس اسلامی اثرورسوخ اور حکمرانی کو قائم کرے؟

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ ۖ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ﴾

**" اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کے بلانے پر حاضر ہو جاؤ جب رسول تمہیں اُس چیز کے لئے بلائیں جو تمہیں زندگی بخشی گی، اور جان لو کہ اللہ آدمی اور اس کے قلب کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور یہ کہ تم سب (بالآخر) اسی کی طرف جمع کئے جاؤ گے "**

[سورہ الانفال:24]

**ختم شد**

# سوال وجواب: اصولِ فقہ کے بارے میں سوالات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، اے ہمارے جلیل القدر شیخ! اللہ آپ کی مدد کرے اور آپ کے ہاتھوں خیر لائے۔

**سوالات مندجہ ذیل ہیں:**

**سوال1۔** میں نے کئی تحقیقات میں پڑھا ہے کہ اصولیین کے ہاں ایک سے زیادہ طریقے رائج ہیں، جیسے متکلمین، فقہاء کا طریقہ، عمومی کلی قاعدے (استقراء کلی)، اور فروعی اصول کی تخریج ۔۔۔ ان مختلف طریقہ کار کی حقیقت کیا ہے؟ کیا ہمارا اصولی طریقہ بھی ان میں سے ہے یا ان سے منفرد کوئی اور؟

**سوال2۔** کتاب " شخصیہ اسلامیہ" کی جلد سوئم، صفحہ 11 میں یہ درج ہے: "جہاں تک فقہ کا تعلق ہے تو لغت کے اعتبار سے اس کا مطلب فہم یا سمجھ ہے؛ جیسے اللہ تعالی کا فرمان ہے: ( مَا نَفْقَهُ كَثِيرًا مِمَّا تَقُولُ ) ترجمہ: تمہاری بہت سی باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آتیں (سورۃ ھود:91)

اور فقہاء کی اصطلاح میں فقہ سے مراد ان عملی شرعی احکامات کا علم ہے جو ادلہ تفصیلیہ سے اخذ شدہ ہوں۔ علماء کے نزدیک 'ان احکامات کے علم' سے مراد صرف معلومات نہیں ہیں بلکہ شرعی احکامات میں علمی مہارت ہے یعنی اس علم کی گہرائی حاصل کرنا تاکہ ان احکامات پر عبور ہو۔ ایسے احکامات پر عبور سے ایک شخص فقیہ (faqeeh) کہلاتا ہے چاہے اسے تمام احکامات پر دسترس حاصل نہ ہو۔ تاہم فقیہ کے لئے لازم ہے کہ اسے کچھ فروعی احکامات پر تحقیق اور استدلال پر مبنی عبور حاصل ہو۔" کیا 'عبور ہونے کی' اصطلاح کا لغت یا شرع میں کوئی وجود ہے؟ یا اسے اصولیین کے اجماع سے اخذ کیا گیا ہے؟ اور کیا یہ فطری طور پر کسی انسان میں پایا جاتا ہے یا اسے درس وتدریس کے ذریعے حاصل کیا جا سکتا ہے؟ اور کیا اس کا مظہر فطری طور پر پایا جاتا ہے لیکن اسے حاصل کرنے کے لئے گہرا اور مستقل مطالعہ کی ضرورت ہے؟ یا پھر یہ اس سے علیحدہ کچھ حقیقت ہے؟

**سوال3۔** اسی کتاب کے باب " قاعدہ" میں (صفحہ نمبر 42)، واجب کے موضوع کے تسلسل میں درج ہے:

> اور فقہاء کی اصطلاح میں فقہ سے مراد ان عملی شرعی احکامات کا علم ہے جو ادلہ تفصیلیہ سے اخذ شدہ ہوں۔ علماء کے نزدیک 'ان احکامات کے علم' سے مراد صرف معلومات نہیں ہیں بلکہ شرعی احکامات میں علمی مہارت ہے یعنی اس علم کی گہرائی حاصل کرنا تاکہ ان احکامات پر عبور ہو

"ما لا يتم الواجب، إلا به فهو واجب" (کسی امر کے بغیر اگر کوئی واجب ادا نہ ہو سکے تو وہ امر بھی واجب ہو جاتا ہے)۔ اسی کتاب میں صفحہ نمبر 444 میں "کلی قاعدہ" کے موضوع پر اس کے بارے میں تذکرہ ملتا ہے کہ یہ (اصولی) دلیل نہیں ہے بلکہ یہ حکم شرعی ہے جسے ادلہ تفصیلیہ سے اخذ کیا گیا ہے۔ اس سے مجھے یہ شبہ پیدا ہوا کیا یہ قاعدہ ہے؟ اور کیا "الوسيلة إلى الحرام حرام" (حرام کا وسیلہ بھی حرام ہوتا ہے) کا قاعدہ اصول میں سے ہے یا فقہ میں سے؟

اللہ آپ پر رحم کرے اور آپ کو تمام مسلمانوں کی طرف سے اجر عطا کرے۔

**جوابات:**

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کے پیغام میں تین سوالات ہیں، ہر سوال منفرد ہے اور ہم اللہ کے اذن سے ہر سوال کا مختصراً جواب دیں گے۔

**پہلے سوال کا جواب:**

یہ بات مشہور ہے کہ امام شافعی نے اصولِ فقہ کی بنیاد رکھی اور انہوں نے ہی پہلی مرتبہ اصول کی منفرد درجہ بندی کی اور پھر ان بنیادوں پر اصولِ فقہ کے علم کو فروغ دیا۔۔۔ اصولی علماء اپنی تصانیف میں کئی طرح کی درجہ بندی کے قائل ہیں، ان میں کچھ مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ کچھ علماء نے اصول کے مطالعہ اور طریقہ کار پر لکھتے وقت اصول کے فکری پہلو پر زیادہ توجہ دی ہے اور فقہ کی شاخیں، جو ان کے مکتبہ فکر پر مبنی ہیں، پر اس طرح توجہ نہیں دی ہے۔ تاہم انہوں نے ان ضابطوں کو اپنایا جو ان کی نگاہ میں مدلل بحث کی بنیاد پر درست تھے۔ لہذا ان کی کتب میں اصول کے مطالعے پر بھرپور دلائل اور بحث ملے گی جبکہ فقہی تفصیلات کی مد میں مواد محدود ہو گا۔ اس طرز کی اصناف کو شافعی یا متکلمین طریقہ کار کہا جاتا ہے۔

اس طرز میں ایک بڑا اسلوب " الفنقلة" کہلاتا ہے، جیسے: "اگر میں کہوں (فإن قلت) ... ہم نے کہا (قلنا)" علماء کلام نے ایسا طرز اختیار کیا۔ اس میں فقہی تفصیلات کم ہیں اور حقیقت میں یہ اصول، قاعدے، اور بنیادوں کے زیادہ قریب ہیں اور ان کو

اساس کے بطور گردانا جاتا ہے اور پھر فروع کی باری آتی ہے۔ اصول فروع پر حاوی ہوتے ہیں اور یہی فقہ اور استنباط کی بنیاد ہوتے ہیں۔ اس طرز نے ان لوگوں میں فاصلے بڑھا دیے جو بعض فقہی تفصیلات یا کسی مسلکی مسئلہ پر عدم برداشت کی روش رکھتے ہیں۔

اس طرز پر لکھی گئی چند کتب مندرجہ ذیل ہیں:

- الرسالہ: امام شافعی کی اس طرز کی پہلی کتاب ہے، اور پھر اس کے بعد کئی مزید کتب اس طرز پر لکھی گئیں جن میں قابل ذکر یہ ہیں:

- البرہان: امام الحرمین، أبو المعالي، عبد الملك بن عبد الله الجويني النيسابوري الشافعي، ان کا انتقال سن 478 ہجری میں ہوا

- المصطفیٰ: امام غزالی، أبو حامد حجة الإسلام، محمد بن محمد الغزالي، الشافعي، ان کا انتقال سن 505 ہجری میں ہوا

- الإحكام في أصول الأحكام: امام الآمدي، سيف الدين أبو الحسن، علي بن أبو علي محمد، الشافعي، ان کا انتقال سن 631 ھجری میں ہوا

2۔ فقہاء یا احناف کا طریقہ کار

یہ وہ علماء ہیں جنہوں نے اپنے اصول اور قواعد کی بنیاد اپنے مکتبہ فکر کے فروعی مسائل کے مطالعہ سے حاصل کی ہیں اور انہوں نے اپنے اصول اور قواعد کو ایسے نہیں پرکھا کہ ان کے بارے میں دلائل کے ساتھ تحقیق کرتے۔ تاہم یہ اپنے مکتبہ فکر کے فروعی مسائل کے مطالعے سے اپنے اصول اور قواعد تک پہنچے اور ان قواعد کو اس طرز پر اپنایا جو ان کے فروعی مسائل سے مطابقت رکھتے تھے۔۔ اس طرزِ تصنیف کو حنفی طریقہ یا فقہا کا طریقہ کہا گیا۔ یہ طریقہ کار اپنی فروع سے متاثر ہوتا ہے، اس کو سہارا فراہم کرتا ہے، اور اپنے اجتہاد کی درستگی ثابت کرتا ہے۔ اس طریقہ کار کی خصوصیت ہے کہ اصول و قواعد کی بنیادوں کو فروع اور امام ابو حنیفہ کے اجتہادات سے اخذ کیا گیا ہے، اور انہوں نے اپنے آئمہ کے بارے میں یہ تصور کیا انہوں نے اجتہاد اور استنباط میں ان قواعد وضوابط کا لحاظ رکھا ہوگا۔ اس طریقہ کار کو اس لئے اپنایا گیا کیونکہ حنفی علماء کو اپنے آئمہ کی اصول پر لکھی گئی کتب نہ مل سکیں جیسے شافعی علماء کو امام شافعی کا الرسالہ میسر تھا۔ لہذا انہوں نے فقہ کی تفصیلات سے اصول کو دیکھا یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ صحیح بنیاد پر ہی اخذ شدہ ہیں۔

اس طرز پر لکھی گئی چند کتب مندرجہ ذیل ہیں:

- كتاب الأصول: امام الكرخي، أبي الحسن، عبيد الله بن الحسين، ان کا انتقال سن 340 ہجری میں ہوا

- كتاب الأصول للجصاص: أبي بكر، أحمد بن علي الرازي، جو الجصاص کے نام سے معروف ہیں، ان کا انتقال سن 370 ہجری میں ہوا

- كتاب الأصول للسرخسي: امام سرخسی، شمس الأئمة محمد بن أحمد، ان کا انتقال تقریباً سن 500- 490 ہجری میں ہوا، ان کی تصنیف فقہ کی مشہور کتاب المبسوط ہے۔

3۔ المتکلمین اور فقہاء کے طریقہ کار کا امتزاج:

ساتویں صدی ہجری میں ایک تیسرا طریقہ متعارف ہوا جو پہلے دونوں مذکورہ طریقوں کا امتزاج تھا، یعنی طرزِ متکلمین اور طرزِ فقہاء کے طریقوں کا۔ اس طریقے کے مطابق پہلے اصول و قواعد اور ان کے دلائل کا حوالہ دیا جاتا ہے، ان کا سابقہ متکلمین اور فقہاء کے اصول سے تحقیقانہ اور مدلل انداز میں موازنہ کیا جاتا، پھر ان سے اخذ شدہ فروعات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

اس طرز پر لکھی گئی چند کتب مندرجہ ذیل ہیں:

- جمع الجوامع: تاج الدين، عبد الوهاب بن علي، السبكي، ان کا انتقال سن 771 ہجری میں ہوا

- التحرير: کمال الدين، محمد بن عبد الواحد، جو ففقہ حنفی میں ابن الهمام کے نام سے مشہور ہیں، ان کا انتقال سن 861 ہجری میں ہوا

4۔ اصول سے فروع اخذ کرنے کا طریقہ:

مذکورہ طریقہ کار کے علاوہ ایک چوتھا طرز بھی وجود میں آیا جسے "اصول سے فروع" اخذ کرنے کا طریقہ کہا گیا۔ اس طریقہ کار میں اصول کو وضع کیا جاتا ہے اور ان کے بارے میں تفصیلی دلائل میں جائے بغیر علماء کی آراء دی جاتی ہیں۔ پھر ان اصولوں سے کچھ فروعی اصول اخذ کئے جاتے ہیں جو یا تو کسی خاص مذہب کی بنیاد پر ہوتے ہیں یا پھر کسی دو مذاہب کے موازنہ کے ساتھ جیسے شافعی اور حنفی یا پھر شافعی، مالکی، حنبلی وغیرہ۔

اس طرز پر لکھی گئی کتاب درج ذیل ہے:

- تخريج الفروع على الأصول: إمام شهاب الدين محمود بن أحمد الزنجاني، ان کا انتقال سن 656 ہجری میں ہوا، اصولی قاعدے کو پہلے وضع کر کے پھر حنفی اور شافعی مذاہب کے فقہی مسائل کو بیان کیا گیا ہے۔

- التمهيد في تخريج الفروع على الأصول: إمام جمال الدين عبد الرحيم بن الحسن القرشي الإسنوي الشافعي، ان کا انتقال سن 772 ہجری میں ہوا، یہ اس طرز کی سب سے اہم تصنیف ہے جس میں اصولی قاعدے کو پہلے بیان کیا گیا ہے لیکن ان قواعد سے صرف شافعی مسلک کے مسائل اخذ کئے گئے ہیں۔

5۔اصول و قواعد کو مقاصدِ شریعت کی بنیاد پر وضع کرنا جنہیں شریعت کی حمایت حاصل ہو:

اس طریقہ کار کو امام شاطبی(أبو إسحاق إبراهيم بن موسى اللخمي الغرناطي المالكي، المتوفی 790ھ) نے اپنی مشہور تصنیف "الموافقات" میں اپنایا تھا۔ اس کتاب میں امام شاطبیؒ نے منفرد طریقہ اختیار کیا جس کے تحت اصول و قواعد کو مختلف موضوعات میں تقسیم کیا جن میں مقاصدِ شریعت شامل تھے جیسے بنیادی ضروریات اور اصلاحات کی ضمانت۔

تاہم امام شاطبیؒ نے اپنی کتاب الموافقات میں نہایت منفرد طرز اپنایا جہاں انہوں نے "استقراء الكلي" یعنی جزئیات سے کلی قاعدے کا حصول، پر بہت انحصار کیا۔ کتاب الموافقات کے تعارف میں اس کتاب کے بارے میں یہ لکھا ہے: "میں پھر بھی کچھ ضبط کا مظاہرہ کرتا ہوں، تفاصیل اور جملوں کا اضافہ کر دیتا ہوں اور قواعد کے لئے عمومی نہیں مگر مخصوص دلیل بھی شامل کرتا ہوں، اور اس دوران میرا انحصار استقراء الکلی پر ہوتا ہے نہ کہ کسی خاص جزو پر۔" یہاں استقراء الكلي سے مراد احکام شرعیہ میں سے ایک حکم کا ایسا مطالعہ ہے جس کے نتیجے میں ایک کلی حکم وجود میں آئے جو استقرائی ہوگا۔

مندرجہ بالا فقہ کی کتب میں پائی جانے والی اصطلاحات کا آسان خلاصہ ہے۔

جہاں تک اصول فقہ پر حزب کی کتاب "الشخصية الإسلامية (جزو سوئم)" کا تعلق ہے تو اس میں تشریعی اصول پر مندرجہ ذیل گفتگو کی گئی ہے:

أ۔ اس کتاب میں نظریاتی پہلو سے جدا ہو کر قانونی پہلو کے متعلقہ امور پر بھرپور توجہ دی گئی ہے۔ اس طرح ان مضامین کو زیرِ بحث نہیں لایا گیا جن کا اصولِ فقہ یا ماخذ دین کے مطالعہ سے تعلق نہیں جیسے یہ مطالعہ کہ "کیا تحفہ پیش کرنے والے کا شکریہ ادا کرنا شرعاً یا عقلاً واجب ہے" وغیرہ۔ اور جب ایسے مسائل پر بحث کی جائے جن کا اصولِ فقہ سے تعلق نہ ہو جیسے "حسن و قبح" یا پھر "الحاکم" کا موضوع، تو اس کا مقصد وہ اجتہادی فائدہ اٹھانا ہے جو ان کی تفصیل کے ذریعے حقیقت کی گہرائی تک پہنچائے اور حکم تک راستہ ہموار بنائے۔ لہذا حکم لگاتے وقت موضوع "حسن و قبح" ہو، حکم لگانے کا مطلب یہ ہے کہ انسان کسی عمل کے بارے میں اپنا موقف طے کرے جو اس حقیقت پر مبنی ہو گا کہ آیا اس کی نظر میں وہ حسن ہے یا قبیح؟ اس وجہ سے اس طرح کے مسائل پر بحث کی گئی ہے۔

ب۔ ان تمام بحث میں منطقی مطالعے سے گریز کیا گیا ہے اور ایسے موضوعات پر بحث نہیں کی گئی جن کا فروع سے تعلق ہو بلکہ مطالعہ کو صرف اجتہادی اور اس کے لئے درکار ماخذ تک ہی محدود رکھا گیا ہے۔

ت۔ اس کتاب میں واضح قانونی، لغوی، اور عقلی دلائل کو اپنایا گیا ہے کہ جن میں اختلاف نا پید ہے تاکہ مفہوم کو سمجھنے میں آسانی ہو اور یہ مسئلہ کی تشریعی آگہی میں رہنمائی کرے۔

ث۔ اس میں کئی ایسے مسائل کا مفصل تذکرہ ہے جن کا تعلق فقہ کے فروعی مسائل سے ہے۔ یہ بحث دوسری کتب کی طرح نہیں جہاں فقہ کے فروعی مسائل کا تذکرہ بہت کم ملتا ہے۔ ان فروعی مسائل پر بحث کی وجہ ان مبہم مسائل کی وضاحت کرنا ہے تاکہ اس تفصیل کے ذریعے شرعی حقیقت واضح ہو سکے۔

تاہم اس کتاب میں اصول سے فروع کے استنباط کے طریقہ کار کو تفصیل سے بیان نہیں کیا گیا جیسے فقہاء کیا کرتے تھے کیونکہ اصول کے مطالعہ کا پہلا ہدف اس کے قواعد و ضوابط کو متعین کرنا ہے، نہ کہ فقہی تفاصیل۔ لہذا حزب کی اصول فقہ پر کتاب اس طرز پر ہے۔

اس مندرجہ بالا وضاحت کے ساتھ اس کتاب شخصية إسلامية (جزو سوئم) کا شمار اصولِ فقہ کی کتابوں میں سے ایک بہترین کتاب کے طور پر کیا جا سکتا ہے۔ اگر کوئی شخص اس کا مطالعہ کرے اور اسے سمجھ جائے تو اللہ کے اذن سے وہ اجتہاد کے وسیع دروازوں تک رسائی پا لے گا۔

**دوسرے سوال کا جواب:**

جہاں تک کتاب شخصية إسلامية (جزو سوئم) میں آنے والی اصطلاح "مَلَكَة" کا تعلق ہے جو اس پیرا میں آئی ہے:

"۔۔۔ جہاں تک فقہ کا تعلق ہے، لغت کے اعتبار سے اس کا مطلب فہم ہے؛ جیسے اللہ کا فرمان ہے: (مَا نَفْقَهُ كَثِيرًا مِمَّا تَقُولُ) ترجمہ: تمہاری بہت سی باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آتیں (سورۃ ھود: 91)

اور فقہاء کی اصطلاح میں اس سے مراد وہ عملی شرعی احکامات کا علم ہے جو ادلہ تفصیلیہ سے اخذ شدہ ہوں۔ علماء کے نزدیک 'ان احکامات کے علم' سے مراد صرف معلومات نہیں ہیں بلکہ شرعی احکامات میں علمی مہارت

ہے یعنی اس علم کی گہرائی حاصل کرنا تاکہ ان احکامات پر عبور ہو۔ ایسے احکامات پر عبور سے ایک شخص فقیہ (faqeeh) کہلاتا ہے چاہے اسے تمام احکامات پر دسترس حاصل نہ ہو۔ تاہم فقیہ کے لئے لازم ہے کہ اسے کچھ فروعی احکامات پر تحقیق اور استدلال پر مبنی عبور حاصل ہو۔"

القاموس المحيط میں 'مَلَكَهُ' کے بارے میں یہ ہے:مَلَكَهُ يَمْلِكُه مِلْكاً مُثَلَّثَةً، ومَلَكَةً، محرَّكَةً، ومَمْلُكَةً، بضم اللامِ أو يُثَلَّثُ: یعنی ضبط کرنا اور قابو پانا۔

المعجم الوسيط میں 'مَلَكَة' کے بارے میں یہ ہے:"الملكة" نفس کی ایک مستقل صفت ہے یا خاص عقلی قابلیت جس کے ذریعے ایک معین کام کو مہارت سے سرانجام دیا جائے جیسے عددی یا لغوی مہارت۔

کتاب التعریفات میں یہ آیا ہے: "الملكة" نفس کی ایک مستقل صفت ہے۔ اور یہ اس وقت حاصل ہوتی ہے جب نفس پر کسی عمل کی وجہ خاص کیفیت طاری ہو، اسے نفسیانی کیفیت کہتے ہیں۔ اسے ایک حالت کہتے ہیں جب وہ جلدی گزر جائے لیکن اگر یہ حالت مسلسل طاری ہو یہاں تک کہ نفس میں مستقل بس جائے تب یہ حالت آہستہ سے جاتی ہے۔ اسے "الملكة" کہتے ہیں۔ یہ ایک عادت یا صفت کی مانند ہے۔لہذا لغت میں "الملكة" کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ یہ لفظ ملک سے مشتق ہے جس کا مطلب ہے "ضبط کرنا اور قابو پانے کی صلاحیت ہونا"۔ اور اس کا اصطلاحی مفہوم بھی پایا جاتا ہے جیسے اوپر "الملكة" کی تعریف میں بیان کیا گیا۔ اس اصطلاح کو فقہاء نے خاص استعمال نہیں کیا، بلکہ یہ تمام علم و فنون میں رائج ہے۔۔۔ اسی اصطلاحی مفہوم کا کتاب شخصیہ اسلامیہ میں بھی ذکر آیا ہے۔۔۔اس کی تفصیل کچھ یوں ہے:

کتاب شخصیہ اسلامیہ میں "فقہ" کی تعریف ان الفاظ سے کی گئی ہے: "وہ عملی شرعی احکامات کا علم جو ادلہ تفصیلیہ سے اخذ شدہ ہوں"۔ پھر اس علم کے مفہوم کو مزید بیان کیا گیا کہ جو فقیہ اسے حاصل کرے اس کے لئے ناکافی ہے کہ وہ صرف چند شرعی احکامات کے بارے میں علم حاصل کرے، اس

فقہ کا ایسا مطالعہ اور گہرائی ایک فقیہ کو اس قابل بنادیتی ہے کہ وہ کسی نئے حکم کے بارے میں بھی یہی علم حاصل کر سکے، اسی کو "الملکہ" کہتے ہیں یعنی کسی فقیہ کے پاس اس قدر علم ہو کہ اسے فقہی معاملات پر عبور ہو اور یہ اس کی فطرت کا ایک جزو بن جائے

طرح وہ صرف مقلد ہو گا نہ کہ فقیہ کیونکہ مقلد بھی کچھ شرعی احکامات سے واقف ہوتا ہے۔ لیکن فقیہ کہلانے کے لئے سب احکام شرعیہ جاننا بھی ضروری نہیں کیونکہ یہ سب فقیہ کے لئے ممکن نہیں۔ فقیہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ مسائل کو بشمول ان کے دلائل جانے اور یہ بھی جانے کے ان دلائل سے یہ احکام کیسے اخذ کئے گئے ہیں۔ فقہ کا ایسا مطالعہ اور گہرائی ایک فقیہ کو اس قابل بنادیتی ہے کہ وہ کسی نئے حکم کے بارے میں بھی یہی علم حاصل کر سکے، اسی کو "الملکہ" کہتے ہیں یعنی کسی فقیہ کے پاس اس قدر علم ہو کہ اسے فقہی معاملات پر عبور ہو اور یہ اس کی فطرت کا ایک جزو بن جائے۔

فقہ میں 'الملکہ' کا مطلب یہ نہیں کہ قدرت کی دی ہوئی صلاحیتوں میں سب برابر ہوں کیونکہ ان میں برابری ممکن نہیں ہے بلکہ اس سے مراد وہ علمی دسترس ہے جو درس و تدریس، مطالعہ، غور و فکر کے ذریعے اور اس پر عمل کر کے حاصل کی جاتی ہے۔ اگرچہ قدرتی صلاحیتیں اس علمی دسترس کو پانے میں مددگار ضرور ہوتی ہیں مگر مذکورہ "الملکہ" ان صلاحیتوں کے بارے میں نہیں ہے۔

**تیسرے سوال کا جواب:** 1۔ کُلی شرعی قاعدہ وہ ہے جس میں حکم کی نسبت کُلی معاملہ کی طرف کی جاتی ہے اور اس کا اطلاق تمام جزئیات پر ہوتا ہے جیسے قاعدہ "ما لا يتم الواجب، إلا به فهو واجب" (کسی امر کے بغیر اگر کوئی واجب ادا نہ ہو سکے تو وہ امر بھی واجب ہو جاتا ہے) میں فرض حکم کا اطلاق کلی طور پر ہر اس جزو پر ہو گا جو کسی واجب کے لئے درکار امر ہے۔ اور قاعدہ "الوسيلة إلى الحرام حرام" (حرام کا وسیلہ بھی حرام ہوتا ہے) میں حرام حکم کا اطلاق کلی طور پر ہر اس جزو پر ہو گا جو حرام کا وسیلہ ہو۔ اس طرح کئی فقہی معاملات میں کلی حکم کا اطلاق جزئیات پر ہوتا ہے۔

2۔ کلی قاعدے اِستنباط کے اعتبار سے احکام شرعیہ ہیں کیونکہ انہیں شرعی نصوص سے اخذ کیا جاتا ہے جیسے کسی بھی حکم شرعی کو اخذ کیا جاتا ہے۔ یہ استنباط چاہے ایک دلیل سے ہو یا کئی دلائل سے، ضروری یہ ہے کہ اس دلیل میں اس امر کے بارے میں اشارہ پایا جائے۔ یہ امر ہے جو اسے تمام جزئیات پر لاگو کراتا ہے پس قاعدہ "ما لا يتم الواجب، إلا به فهو واجب"

ہو یا قاعدہ "الوسيلة إلى الحرام حرام" دونوں کلی قاعدے کی مثل ہیں۔ اگر ان کے دلائل پر غور کیا جائے تو یہ واضح ہوتا ہے کہ حکم ہی اس کی دلیل ہے اور اس سے منسلک دوسری شئے کا اشارہ اس میں پایا جاتا ہے، تاہم اس کا وجود ایک علت( reasoned description) کے طور ہوتا ہے۔ مثلاً اللہ کا فرمان ہے: **(وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ)**"اور تم لوگ ان کو برا نہ کہو جنکی یہ اللہ کے سوا پرستش کرتے ہیں کیونکہ بغیر سمجھے وہ اللہ کو بے ادبی سے برا کہنے لگیں گے"(الانعام:108)

(فَيَسُبُّوا) میں حرف "فاء" کا مطلب ہے کہ اگر تم ان کے بتوں کو برا بھلا کہو گے تو وہ بدلے میں اللہ کو برا کہیں گے، جو کہ حرام ہے؛ لہذا اس معاملہ میں تمہاری جانب سے ان کے بتوں کی توہین حرام ہو گی، چنانچہ یہ ایک علت ہے۔ تاہم کفار کی جانب سے توہین کی ممانعت اس حکم کی دلیل ہے اور اس حکم کی طرف نسبت کے علاوہ یہ کسی اور شئے کی طرف بھی اشارہ ہے، اللہ نے فرمایا(فَيَسُبُّوا اللَّهَ) "وہ اللہ کو برا نہ کہیں"۔ پس اس آیت سے یہ قاعدہ اخذ کیا گیا:«الوسيلة إلى الحرام حرام» "حرام کا وسیلہ بھی حرام ہوتا ہے"۔

اس کی ایک اور مثال اللہ کا فرمان ہے: **(فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ)**"تو دھو لو اپنے منہ اور ہاتھ کہنیوں تک"(المائدۃ:6) اور اللہ کا فرمان:**(ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ)**"پھر پورا کرو روزہ کو رات تک"(البقرہ:187)

اللہ کے فرمان **(إِلَى الْمَرَافِقِ)** اور **(إِلَى اللَّيْلِ)** میں لفظ "إِلَى" اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جب تک کہنی کے ہر حصہ کو دھو نہ لیا جائے تب تک ہاتھ سے کہنی کے دھونے کا حکم مکمل نہیں ہو گا، لہذا مقصد حاصل کرنا ضروری ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ مقصد حکم میں شامل نہ ہو جیسے روزہ مکمل نہیں ہو گا جب تک رات نہ آ جائے چاہے ایک ہی منٹ ہو۔ لہذا کہنی کا ہر حصہ دھونا چاہیے کتنا ہی چھوٹا حصہ کیوں نہ ہو اور رات کے چھوٹے سے حصہ تک روزہ رکھنا فرض ہو

> **استنباط چاہے ایک دلیل سے ہو یا کئی دلائل سے، ضروری یہ ہے کہ اس دلیل میں اس امر کے بارے میں اشارہ پایا جائے۔ یہ امر ہے جو اسے تمام جزئیات پر لاگو کرا تا ہے**

گا۔ یہ دونوں آیات اس کے دلائل ہیں کیونکہ کہنی تک ہاتھ دھونے اور دن کا روزہ کا فرض مکمل نہیں ہو گا جب تک اس چھوٹے حصہ کو بھی پورا نہ کیا جائے۔

پس اس غایت کا مطلب ہے جو چیز کہنی تک ہاتھ کے دھونے اور دن کے روزے کو مکمل کرتی ہے، وہ فرض ہے۔ لہذا یہ ایک علت کی مانند ہے۔ اس آیت **(إِلَى اللَّيْلِ)** نے حکم کی جانب اشارہ کیا اور دوسری شئے کی طرف بھی منسوب کیا جو اس حکم کو مکمل کرے۔ چنانچہ ان آیات سے یہ قاعدہ "ما لا يتم الواجب، إلا به فهو واجب" اخذ کیا گیا۔3- جیسے آپ کلی قاعدہ کے استنباط میں مشاہدہ کر سکتے ہیں کہ اس کی مشابہت علت سے ہے، لہذا یہ قاعدہ ایک دلیل کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ جیسے اوپر بیان کیا گیا کہ یہ دونوں قاعدے بشمول دیگر قاعدوں کے احکامِ شرعیہ ہیں کیونکہ ان کے استنباط کے طریقہ کار کی علت سے مشابہت پائی جاتی ہے۔ ان قاعدوں کو دلیل کے طور پر استعمال کرنے سے ان کا دلیل ہونا ظاہر ہوتا ہے کیونکہ یہ علت کی مانند ہیں۔ اس قاعدہ کا بطور دلیل استعمال، حکم شرعی کی دلیل سے مختلف ہے کیونکہ حکم شرعی دلیل سے مستنبط ہے اور قاعدہ کا حکم پر اطلاق ہے، لہذا حکم کی حقیقت کا لحاظ کیا جائے گا۔

4- استنباط کے اس طریقہ کار کی حقیقت کی روشنی میں کلی قاعدے کا مطالعہ، فقہی مسائل کی نسبت اصولِ فقہ کے زیادہ قریب ہے۔ اس لئے ان کو کتاب شخصیہ اسلامیہ (جزو سوئم) میں اصولِ فقہ کے تحت لایا گیا ہے اور اس کے لئے "کلی قاعدے" کے خاص عنوان کو منتخب کیا گیا کیونکہ اس کتاب میں کئی مقامات پر وضاحت اور تفصیل کے دوران کلی قاعدوں کو استعمال کیا گیا ہے۔

**آپکا بھائی**

**عطاء بن خلیل ابوالرشتہ**

16ذی القعدۃ1438ھ-

2017/08/08

**ختم شد**

# سوال وجواب: بٹکوائن اورِاس جیسی کرپٹو کرنسی کی خرید وفروخت

**بسم اللہ الرحمن الرحیم**

امیرِ محترم! اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

**پہلا سوال:**

میں اور ایک بھائی بٹکوائن(Bitcoin) ، ایتھیریئم(Ethereum)، ڈیش (Dash) ، رپل(Ripple) جیسی کرپٹو کرنسی کی خرید وفروخت سے متعلق حکم شرعی پر گفتگو کررہے تھے۔ہم نے استاد ابو خالد الحجازی کے اجتہاد کا مطالعہ کیا ہے لیکن دونوں ہی شیخ سے مطمئن نہیں ہیں۔ہمیں شیخ کی کرپٹو کرنسی کی حقیقت کی سمجھ میں مسئلہ محسوس ہوتا ہے،اور اُن کے اجتہادی مضمون کے نیچے کا سیکشن بھائیوں کے اختلافی تبصروں سے بھرا ہوا ہے کہ شیخ نے تحقیق المناط(مسئلے کی حقیقت کی تحقیق) ٹھیک طور پر نہیں کیا ہے۔ہم کرپٹو کرنسی کی خرید وفروخت کے بارے میں حکم شرعی جاننا چاہتے ہیں۔برائے کرم راہنمائی فرمایئے، کیونکہ یہ معاملہ واضح نہیں ہے۔ جزاک اللہ خیر۔

شکران جان

**دوسرا سوال:**

بٹکوائن(Bitcoin) کرنسی آٹھ سال پہلے وجود میں آئی اور اب یہ ایک غیر معمولی انداز میں پھیل چکی ہے اور ایک عدد کرنسی کی قیمت 8000 ڈالر سے زائد تک پہنچ گئی ہے، اور میری تحقیق کے مطابق، اس میں اور ڈالر میں کوئی فرق نہیں، سوائے یہ کہ بٹکوائن(Bitcoin) کے مقابلہ میں ڈالر حقیقی جسمانی وجود رکھتا ہے؟ مجھے امید ہے کہ مندرجہ ذیل سوالوں سے متعلق محترم شیخ احکام شریعہ کی روشنی میں راہنمائی فرمائینگے۔

1)اس کی خرید وفروخت کے معاملے کو واضح فرمائیں؟

2)سکہ سازی: "نئی کرنسیوں کا اجراء کرنا"؟

3) اس کے اور دیگر حقیقی جسمانی وجود رکھنے والی کرنسیوں کے درمیان تبادلے کا حکم؟

بٹکوائین کوئی کرنسی نہیں ہے؛ یہ کرنسی ہونے کی شرائط کو پورا نہیں کرتی کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے جس کو کرنسی مقرر کیا اور نافذ کیا وہ سونا اور چاندی تھے یعنی دینار اور درہم تھے۔ یہ اسلامی کرنسی تین اہم شرائط کو پورا کرتیں تھی

اگر آپ چاہیں تو، میں آپ کو ویب سائٹس اور یو ٹیوب کے ذریعے اِن کی حقیقت کی وضاحت کرسکتا ہوں، لیکن چونکہ یہ آسانی سے دستیاب ہیں، لہٰذا ضرورت نہ ہو۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ آپ کو برکت دے۔

وِصم الهنيني

ختم شد

**جواب:**

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، ب

ٹکوائن(Bitcoin) سے متعلق ہم نے پہلے ہی اسی طرح کے سوالوں کے جوابات 2017/4/28 دیئے ہیں، اُن جوابات کا متن مندرجہ ذیل ہے:

(1 بٹکوائین کوئی کرنسی نہیں ہے؛ یہ کرنسی ہونے کی شرائط کو پورا نہیں کرتی کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے جس کو کرنسی مقرر کیا اور نافذ کیا وہ سونا اور چاندی تھے یعنی دینار اور درہم تھے۔یہ اسلامی کرنسی تین اہم شرائط کو پورا کرتیں تھی:

1. یہ اشیاءاور خدمات کا اندازہ کرنے کی بنیاد تھیں،اور ان کی مدد سے قیمتوں اوراجرتوں کا اندازہ بھی بہت آسانی سے ہو جاتا تھا۔
2. درہم اور دینار کو ایک مرکزی اتھارٹی کی طرف سے جاری کیا جاتا تھا،اور اسے جاری کرنے کی ذمہ داری قبول کرنے والی اتھارٹی نامعلوم نہیں ہوا کرتی تھی۔
3. یہ سہولت صرف کچھ لوگوں تک ہی محدود نہیں تھی بلکہ اس درہم اور دینار تک بآسانی وسیع پیمانے پر عام لوگوں کی رسائی تھی۔

بٹکوائن مندرجہ بالا تین شرائط پر پورا نہیں اُترتا:

یہ اشیاءاور خدمات کا اندازہ کرنے کی بنیاد نہیں ہے؛ بلکہ یہ صرف خاص اشیاء اور خدمات کے تبادلے کا ایک ذریعہ ہے۔اس کو جاری کرنے والی اتھارٹی معلوم نہیں، بلکہ نامعلوم ہے۔

بٹکوائن کرنسی کی سہولت معاشرے کے تمام لوگوں کے لئے نہیں ہے بلکہ صرف اُن لوگوں کے لئے ہے جو اس میں لین دین کریں اور اس کی قیمت تسلیم کریں۔

اس لئے بٹکوائن کواسلامی شریعت کی روح سے کرنسی نہیں ماناجاسکتا۔

(2- لہذا، بٹکوائن ایک شے ہے نہ کہ کرنسی ؛ البتہ، یہ شے کسی نامعلوم ذریعے کی طرف سے جاری کی گئی ہے؛ اس کے پیچھے کوئی بیکنگ(backing) نہیں ہے۔اس کے علاوہ یہ دھوکہ دہی، قیاس آرائیوں اور استحصال کا بڑا ذریعہ ہےاور یہی وجہ ہے کہ اس کے ذریعے نہ تو تجارت کرنے کی اجازت ہے اور نہ ہی اسے خریدا یا بیچا جاسکتاہے۔ اس کی جاری کردہ اتھارٹی کے نامعلوم ہونے کی وجہ سے شک کیا جاتا ہے کہ یہ کرنسی بڑے سرمایہ دارانہ ممالک،خاص طور پر امریکہ سے منسلک ہے، یا ان ممالک کے کسی مجرمانہ گروہ کے ساتھ منسلک ہے جن کے کوئی خفیہ مقاصد ہیں یا پھر یہ اہم بین الاقوامی کمپنیوں سے منسلک ہے،جو جوئے،منشیات کی اسمگلنگ، منی لانڈرنگ اور منظم جرائم کی انجام دہی میں ملوث ہیں۔ورنہ اور کس وجہ سے اسے جاری کرنے والے نامعلوم ہیں؟

حاصلِ کلام یہ ہے کہ بٹکوائن صرف ایک شے (product)ہےجو کہ کسی نامعلوم(مجہول) ذریعہ کی طرف سے جاری کی گئی ہے جس کے پیچھے کوئی حقیقی بیکنگ(backing) نہیں ہے،اور اس لئے قیاس آرائیاں اور دھوکہ دہی اس کے ذریعے بہت آسان ہے،اور یہ بٹکوائن استعماری ممالک ، خاص طور پر امریکہ کو موقع فراہم کرتا کہ وہ اس کے ذریعے لوگوں کا استحصال کرے اور اُن کے وسائل لوٹ سکے۔لہذا اس کو خریدنے کی اجازت نہیں ہے ،کیونکہ شرعی شواہد کی بنیاد پر مجہول شے(product) کی خریدوفروخت حرام ہے، جس کا ثبوت یہ ہے:

ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :«نَهَى رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم عَنْ بَيْعِ الْحَصَاةِ، وَعَنْ بَيْعِ الْغَرَرِ»"رسول اللہ ﷺ نے غرر اور حصاۃ والے لین دین سے منع کیا۔"[ مسلم ] ابوہریرۃؓ سے اسے امام ترمذی نے بھی روایت کیاہے …

یہ کرنسی بڑے سرمایہ دارانہ ممالک،خاص طور پر امریکہ سے منسلک ہے، یا ان ممالک کے کسی مجرمانہ گروہ کے ساتھ منسلک ہے جن کے کوئی خفیہ مقاصد ہیں یا پھر یہ اہم بین الاقوامی کمپنیوں سے منسلک ہے،جو جوئے،منشیات کی اسمگلنگ، منی لانڈرنگ اور منظم جرائم کی انجام دہی میں ملوث ہیں۔ورنہ اور کس وجہ سے اسے جاری کرنے والے نامعلوم ہیں؟

"حصاۃ فروخت" کا معنی یہ ہے کہ جب کپڑوں کا تاجر خریدار سے کہے:"میں آپ کو وہ چیز بیچوں گا جس رُخ پر یہ پتھر(حصاۃ) اچھالنے کے بعد آکر گرے گا" یا زمین کو فرخت کرنے والا کہے"میں آپ کو وہ زمین بیچوں گا جس رخ پر یہ پتھر(حصاۃ) اچھالنے کے بعد آ کر گرے گا"۔

لہذا،اس لین دین میں جو چیز فروخت کی جا رہی ہےوہ نہ معلوم ہے،اوریہ حرام ہے۔

"غرر کا لین دین" جس کے معنی غیر یقینی چیز کا لین دین ہے،یعنی یہ ایک ایسالین دین ہے کہ وقوع پذیر ہو بھی سکتاہےاور نہیں بھی؛مثال کے طورپر وہ مچھلی بیچنا جوابھی پانی میں ہی تیر رہی ہو، یا وہ دودھ بیچنا جو ابھی تک گائے کے تھنوں سے نہ نکالا گیا ہو، یا وہ فروخت کرنا جو حاملہ(جانور) کے پیٹ میں ہو وغیرہ وغیرہ؛ یہ حرام ہے کیونکہ یہ لین دین غرر ہے۔

لہذا یہ واضح ہے کہ غرر لین دین یا وہ چیز جو غیر یقینی ہے، جیسے کہ بٹکوائن کی حقیقت ہے، کہ وہ محض ایک شے ہے اور وہ بھی کسی نامعلوم غیر سرکاری ذریعہ کی طرف سے، کہ جس کی کوئی ضمانت نہیں ہے۔لہذا اس کی خریدوفروخت حرام ہے۔اختتام

**آپ کے بھائی،**

**عطاءبن خلیل ابو رشتہ**

30ربیع الاول1439ھ،

18/12/2017 CE

***ختم شد***

# سوال وجواب: ایران اور کُردستان میں ہونے والی سیاسی پیش رفت

**بسم اللہ الرحمن الرحیم**

**سوال:** 6 جنوری 2018 کو ایران نے کردستان پر الزام لگایا کہ ایران میں جاری مظاہروں کو کروانے میں اس کا ہاتھ ہے اور 7 جنوری 2018 کو کردستانی خطہ نے اس الزام کو مسترد کیا۔ کردستان خطہ میں ہونے والے زبردست مظاہروں کے دوران، بالخصوص جو 19 دسمبر 2017 کو سلیمانیہ میں ہوا تھا، ایسی خبریں موصول ہوئی تھیں کہ ان کے پیچھے ایران کا ہاتھ ہے۔ کیا یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس کے جواب میں 28 دسمبر 2017 کو ایران میں ہونے والے مظاہروں کی پشت پر کردستانی خطہ کا ہاتھ ہے؟ بالالفاظ دیگر:

1- کیا کرد خطہ اور اس کے بعد ایران میں جو کچھ ہوا وہ کسی قسم کا جوابی رد عمل ہے؟ 2- کیا یہ واقعات بے ساختہ اتفاقاً واقع ہوئے یا کسی بیرونی طاقت نے ان کی پشت پناہی کی تھی؟ 3- اگر ہاں تو یہ کون سی طاقت ہے؟ اور کیا ان مظاہروں کا مقصد ایران یا خطہ میں حکومت کو تبدیل کروانا ہے؟ اللہ آپ کو بہترین جزاء دے۔

**جواب:** یہ دونوں واقعات کسی قسم کا رد عمل نہیں ہیں اور ایران کا اربل یعنی کرد خطہ کے اوپر الزام دھرنا اسکی اپنی سیاسی الجھن کی وجہ سے ہے جو داخلی واقعات کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے۔ جبکہ اس وقت اربل خود اپنے بحران سے گزر رہا ہے جو اس کو کمزور کررہا ہے اور موجودہ حالات میں اس کے اندر صلاحیت نہیں کہ وہ ایران کی سڑکوں کو مظاہرین سے بھر دے! ایران کی سیاسی الجھن اس وقت کھل کر سامنے آگئی جب اس نے مختلف فریقوں پر مظاہرین کو اکسانے کا الزام لگایا، ایرانی افسران نے غیر ملکی طاقتوں پر الزام دھرا ہے۔ اقوام متحدہ میں ایرانی سفیر غلام علی خسرو نے جمعہ کے روز کہا کہ "ایران کے پاس پختہ ثبوت ہیں کہ مظاہرین کو غیر ملکی طاقتوں سے ہدایات موصول ہوئی ہیں (BBC Arabic 07/01/2018)۔ چنانچہ ایران کا اربل پر الزام اسی سیاسی الجھن کے تحت ہے۔ ایرانی ایکسپی ڈینسی کونسل Expediency Council کے سیکریٹری محسن رضائی نے 6 جنوری 2018 کو کہا کہ ایران میں ہونے والے ان واقعات کی تفصیلی منصوبہ بندی اربل میں کی گئی تھی (Russia today 07/01/01 2018)۔ کردستان خطہ نے اپنے ترجمان سوین ذئی (Sven Dzii) کے ذریعہ اس الزام کی تردید کی (Russia today 07/01/01 2018)۔ چنانچہ یہ معاملہ عمل کے رد عمل کا نہیں ہے بلکہ ہر ایک کا اپنا الگ مقصد اور اس کے اپنے حالات ہیں، یہ دونوں واقعات بیرونی پشت پناہی کے بغیر بے ساختہ واقع ہوئے ہیں اور اس کے بعد بیرونی قوتوں کے مقاصد جڑ گئے تاکہ کردستان کے خطے اور ایران کے تعلق سے ان مقاصد کو حاصل کیا جائے۔ چنانچہ گزرے واقعات کی روشنی میں ان کی توجیح مندرجہ ذیل ہے:

خصوصاً اربل اور سلیمانیہ کے علاقوں میں اتنی تیزی سے لوگوں کے سڑکوں پر آنے کی وجہ خطہ کی معاشی بدنظمی کی وجہ سے لوگوں میں پھیلی ہوئی بے اطمینانی تھی جو بالخصوص بغداد کی جانب سے کرکک علاقہ کے تیل کے وسائل کو اپنے کنٹرول میں لینے کے بعد بڑھتی ہوئی معاشی تنگی اور بغداد کی مرکزی حکومت کے کرد خطہ پر دیگر مختلف ذرائع سے دباؤ ڈالنے سے پیدا ہوئی

**اولاً: کُرد خطہ کے واقعات**

1۔ مختلف نیوز ایجنسیوں نے 19 دسمبر 2017 کو رپورٹ کیا تھا کہ سلیمانیہ میں اساتذہ اور سرکاری ملازموں نے مظاہرے کیے ہیں جنہیں گذشتہ کئی مہینوں سے ان کی تنخواہیں ادا نہیں کی گئیں تھیں اور اس کے بعد ان مظاہروں میں بڑی تعداد میں عوام نے شرکت کی اور یہ مظاہرے دیگر علاقوں مثلاً اربل تک پھیل گئے۔ اتنی تیزی سے لوگوں کے سڑکوں پر آنے کی وجہ خطہ کی معاشی بدنظمی کی وجہ سے لوگوں میں پھیلی ہوئی بے اطمینانی تھی جو بالخصوص بغداد کی جانب سے کرکک علاقہ کے تیل کے وسائل کو اپنے کنٹرول میں لینے کے بعد بڑھتی ہوئی معاشی تنگی اور بغداد کی مرکزی حکومت کے کرد خطہ پر دیگر مختلف ذرائع سے دباؤ ڈالنے سے پیدا ہوئی۔ خصوصاً اربل اور سلیمانیہ علاقہ کے ہوائی اڈوں سے بیرونی ممالک کی پروازوں پر پابندی عائد کردی گئی جس کی وجہ سے بیرونی ممالک کے سفر میں ہونے والی تکلیف کا سامنا کرنا پڑرہا

ہے اور ہوائی سفر کرنے والوں کو بغداد کے بین الاقوامی ائیر پورٹ کے ذریعہ سفر کرنا پڑ رہا ہے۔اس پر مزید دھچکا تب لگا جب مقامی اور بااثر سرکاری افسران پر معاشی بدعنوانی اور خطہ میں دولت بٹورنے کا الزام لگایا گیا۔ یہ مظاہرے آگ کی طرح پھیل گئے بالخصوص ایسے کُرد علاقوں میں جہاں مسعود برزانی کی کردستان ڈیموکریٹک پارٹی کے بر خلاف دیگر کردستانی پارٹیوں کا اثرورسوخ زیادہ پایا جاتا ہے۔ کرکک اور دیگر علاقوں سے کرد خاندانوں کی کرد خطہ میں منتقلی سے مقامی حالاتِ زندگی مزید بدتر ہوگئے،اس منتقلی کی وجہ داخلی مقامی تحریکات کے اختلافات ہیں۔ ان سب سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس تحریک نے بے ساختہ طور پر وجود میں آکر زور پکڑا تھا۔

2۔مظاہرے اربل کی حکومت کے خلاف کیے گئے تھے جو کردستان ڈیموکریٹک پارٹی کے کنٹرول میں ہے، یہ برطانوی ایجنٹ مسعود برزانی کی پارٹی ہے اور مسعود برزانی خطہ کی صدارت سے استعفی دینے کے بعد اپنے بھتیجے نوشیر وان برزانی کی پشت پر بیٹھا حکومت کو کنٹرول کر رہا ہے اور اِس حقیقت کو کئی باتوں کی مدد سے سمجھا جاسکتا ہے جیسے:

الف۔مظاہرے سلیمانیہ کے علاقہ میں شروع ہوئے جو کہ مسعود برزانی کی مخالف پارٹیوں کے زیراثر علاقہ ہے چنانچہ تبدیلی کی تحریکات کا گڑھ سلیمانیہ ہے جس میں طالبانی کی پیٹریوٹک یونین پارٹی (Patriotic Union Party) کی مضبوط شاخ واقع ہے اور یہ پارٹیاں اس قسم کے واقعات کو بڑھاوا دینے اور اس کا انتظام کرنے کی اہلیت رکھتی ہیں البتہ ان کو مکمل طور پر اپنے قابو میں رکھنے کی طاقت ان میں موجود نہیں ہے۔

ب۔برطانوی ایجنٹ مسعود برزانی کے بھتیجے نوشیر وان برزانی کے بیان سے واضح طور پر سمجھ آتا ہے کہ مظاہرے اس کی حکومت کے خلاف کیے گئے ہیں:"کردستان خطہ کی حکومت کے صدر نوشیر وان برزانی نے خطہ کے خلاف ایک سازش کے متعلق متنبہ کیا کہ ایک بہت بڑی سازش تیار کی گئی ہے جو کسی کے وہم و گمان سے بھی بڑی ہے اور ایسی پارٹیوں کے موجود ہونے کی طرف اشارہ دیا جو کہ خطہ میں عدم استحکام لانا چاہتی ہے اور مظاہروں کو قابو میں کرکے پرتشدد بنانا چاہتی ہیں"۔ اس نے مزید کہا کہ "ایسے پراسرار ہاتھ موجود ہیں جو خطہ میں بدامنی پھیلانا چاہتے ہیں اور ہم ان کو روکیں گے"۔مزید ان پارٹیوں کا نام لیے بغیر اس نے کہا کہ "جو بدامنی کی کوششوں کیحمایت کرتے ہیں تو خطہ کی سیکوریٹی فورس ایسے معاملات سے سختی سے پیش آئے گی"۔اس نے بیان کیا کہ "ہم ایک ایسے خطرے اور سازش کا سامنا کر رہے ہیں جو تصور سے بھی زیادہ بڑا ہے اور سلیمانیہ میں جو کچھ ہوا وہ خطہ کی حفاظت اور استحکام کو سبوتاژ کرنے کی کوشش تھی"،اور اس نے اتحاد پر زور دیا اور ساتھ مل کر کام کرنے کی دعوت دی تاکہ سازش پر غالب آیا جاسکے(Kurdish Basnews website, 21/12/2017)۔

اس طرح نوشیر وان برزانی نے اُن کردستانی پارٹیوں کی طرف اشارہ کیا جنھوں نے سلیمانیہ میں ریفرنڈم کی زبردست مخالفت کی تھی اور جن کے رابطے امریکہ اور اس کے ایجنٹوں یعنی بغداد کی مرکزی حکومت اور ایرانی حکومت سے ہیں۔ جن پارٹیوں نے برزانی کی حکومت کے خلاف مظاہروں اور احتجاج کو بڑھاوا دیا تھا ان میں سے ایک دی موومنٹ فار چینج پارٹی ہے ،جو نیشنل یونین پارٹی سے علیحدہ ہونے کے بعد 2009 کے الیکشن میں خطہ کی دوسری بڑی طاقتور پارٹی ہے،اس نے مظاہروں کے بعد اربل کی حکومت سے اپنا تعاون ہٹالیا اور اس کے سربراہ یاسین حسن نے الجزیرہ کو دیئے ایک انٹرویو میں کہا کہ "مظاہرین پر گولیاں چلائے جانے کے بعد دی موومنٹ فار چینج اور دی اسلامک گروپ نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ موجودہ حکومت سے مکمل طور علیحدہ ہوجائے اور ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ حکومت فوری طور پر برخاست کی جائے اور قومی نجات کی حکومت قائم کی جائے"(Al Jazeera Net 21/12/2017)۔

> **مظاہرے اربل کی حکومت کے خلاف کیے گئے تھے جو کردستان ڈیموکریٹک پارٹی کے کنٹرول میں ہے، یہ برطانوی ایجنٹ مسعود برزانی کی پارٹی ہے اور مسعود برزانی خطہ کی صدارت سے استعفی دینے کے بعد اپنے بھتیجے نوشیر وان برزانی کی پشت پر بیٹھا حکومت کو کنٹرول کر رہا ہے**

یوسف محمد جو کہ عراق کے کردستان خطہ کی پارلیمنٹ کا صدر تھا،اس نے اپنے عہدے سے استعفی دے دیا تاکہ مظاہرین کے سامنے اربل کی حکومت کمزور پڑ جائے۔ بی بی سی نے 26 دسمبر 2017 کو ڈِی موومنٹ فار چینج کے اس لیڈر یوسف محمد کے موقف کو رپورٹ کرتے ہوئے کہا: "عراقی کردستان خطہ کی پارلیمنٹ کے صدر نے اپنے استعفی کا اعلان بطور احتجاج کیا کہ قانونی حکومت پر چند افراد کے گروہ اور چند پارٹیوں کا قبضہ ہے، یوسف محمد نے سیاست، معاشیات، زمین، مال، زندگی کے تمام پہلوؤں کے اوپر گروہوں کے قبضہ اور خطہ کی غیر منصفانہ تقسیم کی سخت مذمت کی ۔اس نے کہا کہ امریکہ کی جانب سے ریفرنڈم کو مسترد کرنا جو امریکی سیکریٹری ریکس ٹلرسن کی طرف سے خط کی شکل میں ظاہر ہوا تھا، ایک سنہری موقعہ تھا جس کو خطہ کی حکومت نے گنوا دیا " ( BBC 26/12/2017)،اس طرح اس شخص کا یہ بیان یہ واضح کرتا ہے کہ یہ شخص اور اس کی موومنٹ کس طاقت کے ماتحت کام کر رہی ہے۔

3-اس طرح سلیمانیہ میں ان مظاہروں کی شروعات اور ان کو کنٹرول کرنے کے پیچھے برزانی کی کردش ڈیموکریٹک پارٹی کی مخالف جماعتوں کا ہاتھ تھا، ان جماعتوں کے سربراہوں کا مظاہروں میں شامل ہونا، ان میں سے چند کو سیکوریٹی فورس کی جانب سے حراست میں لیا جانا اور ان جماعتوں کا اربل حکومت کو کمزور کرنے کی خاطر حکومت سے علیحدہ ہونا اور اس کو تحلیل کرنے کی بات کرنا اور غیر تصدیق شدہ الیکشن کی تاریخ سے چند مہینہ قبل کردستان خطہ کی پارلیمنٹ کے صدر کا استعفی دینا اور بغداد کی الاعبادی کی حکومت کا مداخلت کرنے کی وارننگ دینا، یہ سب بتلاتا ہے کہ اگرچہ ان مظاہروں کی ابتداء بے ساختہ طور پر ہوئی تھی لیکن غیر ملکی محرکات خطے میں اپنے مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے اس معاملے میں کود پڑے، جو کہ ان مظاہروں کا دوسرا پہلو ہے۔

**اور یہ دوسرا پہلو اس دباؤ کے نتیجہ میں تھا جو برزانی کے اثرورسوخ کے مخالف کرد اپوزیشن گروہوں کی جانب سے پیدا کیا گیا تھا اور اس کے علاوہ بغداد کی حکومت کی جانب سے اربل میں برزانی حکومت کو برطرف کرنے کے لئے پیدا کیا گیا تھا۔ اور مزید یہ کہ ترکی، ایران اور بغداد کی طرف سے کردستان خطہ کی علیحدگی کے ریفرنڈم کے حوالے سے یہ بازگشت سنائی دی کہ اس ریفرنڈم کے کروانے کا کھیل کھیلنے والوں کو سزا دینا ضروری ہے۔ یہ تمام جماعتیں اور اقتدار امریکہ کے وفادار ہیں اور جب ہم اسے ٹرمپ کی خطہ کے لئے پالیسی "America First" کے ساتھ جوڑ کر دیکھتے ہیں کہ جن علاقوں میں برطانوی ایجنٹ موجود ہیں تو امریکہ ان علاقوں میں صرف اپنی پالیسی کے نافذ ہونے پر ہی مطمئن نہیں ہوگا بلکہ اگر اس کے مفاد کے لئے ضروری ہو تو وہ دیگر طاقتوں کے ان ایجنٹوں کو سزا دے گا یا ختم کروادے گا جیسا کہ سعودی عرب میں بدعنوانی مخالف مہم کے تحت ایسا کیا گیا اور جیسا کہ صنعاء(یمن) میں علی عبداللہ صالح کے قتل کے بعد پیپلز کانگریس کے رہنماؤں کے ساتھ کیا جا رہا ہے، تو ان مظاہروں میں شامل ہو جانے والے غیر ملکی محرک کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔ پس امریکہ اپنے مقامی اور علاقائی ایجنٹوں کو متحرک کر رہا ہے تاکہ برزانی کی حکومت پر دباؤ بنا کر اس کو اقتدار سے بے دخل کر دے اور اس طرح اربل کے اقتدار پر سے برطانوی اثرونفوذ کو ختم کر دے اور اگر وہ ابھی یہ نہیں کر سکتا تو اس کے لئے سلسلہ وار دباؤ بنا کر ایسے حالات پیدا کئے جائیں گے۔**

**اور غالباً یہی کچھ کردستان میں واقع ہوا اور اس وقت واقع ہو رہا ہے۔**

**دوم: ایران کے واقعات**

28 دسمبر 2017 کو ایران میں جو مظاہرے شروع ہوئے وہ معاشی طور پر خراب صورت حال اور خراب حالات زندگی مثلاً بڑھتی ہوئی بے روزگاری، غربت اور بلندیوں کو چھونے والی قیمتوں کے خلاف لوگوں کا احتجاج تھا۔ ایسی رپورٹیں ہیں کہ بے روزگاری انتہاء کو پہنچی ہوئی ہے

28 دسمبر 2017 کو ایران میں جو مظاہرے شروع ہوئے وہ معاشی طور پر خراب صورت حال اور خراب حالات زندگی مثلاً بڑھتی ہوئی بے روزگاری، غربت اور بلندیوں کو چھونے والی قیمتوں کے خلاف لوگوں کا احتجاج تھا۔ ایسی رپورٹیں ہیں کہ بے روزگاری انتہاء کو پہنچی ہوئی ہے۔ایرانی وزیر داخلہ عبدالرضا رحمانی فاضلی

نے یکم اکتوبر 2017 کو ایک پریس کانفرنس میں بتایا تھا کہ بے روزگاری کی موجودہ شرح 12 فیصد سے زیادہ ہے جو چند ایرانی شہروں جیسے احواز (عرب)، کرمان شاہ (کرد) اور بلوچستان میں 60 فیصد تک پہنچ چکی ہے اور یہ کہ سائنسی مضامین میں سند یافتہ اور یونیورسٹی کے فارغ التحصیل گریجویٹس میں بے روزگاری کی شرح بہت زیادہ ہے (2017/10/2)۔ رپورٹیں بتاتی ہیں کہ 21 فیصد کالج گریجویٹس بے روزگار ہیں اور 15 ملین (ڈیڑھ کروڑ) ایرانی خط غربت سے نچلی سطح پر زندگی گزار رہے ہیں جس کا مطلب ہے کہ ایران میں بھی سرمایہ دارانہ معاشی نظام کے نفاذ سے ملک کی آبادی پر منفی اثرات پڑے ہیں جیسا کہ دیگر ممالک میں بھی اس مغربی نظام کے نفاذ کے منفی اثرات سامنے آئے ہیں۔ ایران میں جب سے یہ سرمایہ دارانہ معاشی نظام نافذ ہوا ہے تو دولت کی تقسیم غیر منصفانہ ہوگئی ہے اور مالداروں کے ہاتھوں میں دولت اکٹھی ہوگئی ہے اور اکثر لوگ مال سے محروم ہوگئے ہیں۔ اس پر مزید یہ کہ غربت کے مسئلہ کو حل کرنے میں ناکامی ہے اور رباء (سود کاری) پر بینک چل رہے ہیں، اور آئی ایم ایف کی سفارشات اور پالیسیوں کی بنیاد پر مال پر بے جا ٹیکس کا نظام عائد ہے۔

اوران واقعات سے قبل آئی ایم ایف کا ایک وفد 18 دسمبر 2017 کو ایران کے دورے پر آیا تھا اور وہ ہمیشہ سے ایرانی حکومت کے ساتھ سالانہ مشاورت کرتا ہوا آیا ہے۔ اس وفد کی سربراہ کٹرینا پر فیلڈ نے ایرانی افسران سے خطاب کیا: "ایرانی مالیاتی نظام کو جن اندیشوں اور بڑھتے ہوئے خطروں کا سامنا ہے، اس صورت حال میں حکومت کو چاہیے کہ بینک اور کریڈٹ اداروں کی تشکیل نو اور کیپٹلائزیشن کے عمل کو تیز تر کرے"۔ مزید اس نے کہا کہ: "اثاثوں کی درجہ بندی فوراً شروع ہونی چاہیئے اور متعلقہ فریقوں کے قرضوں کا تخمینہ لگایا جائے اور متعین وقت کے تحت منصوبہ بند عملی خاکے کے ذریعہ بینک میں پیسے کو دوبارہ واپس لایا جائے (Recapitalize the banks) اور ڈوبے ہوئے قرضوں کی وصولی کی جائے۔ اور بینک میں مال واپس لانے کے لئے طویل مدتی حکومتی بانڈز استعمال کیے جاسکتے ہیں" (Iran's Al Alam Official Page 19/12/2017)۔ ان مطالبات کو پورا کرنے کی خاطر حکومت کی جانب سے اٹھائے جانے والے اقدامات کی وجہ سے قیمتوں اور بے روزگاری و غربت میں اضافہ ہوا جن کی وجہ سے لوگوں کے حالات زندگی بد سے بدتر ہوئے ہیں جس کے نتیجے میں حکومت کے خلاف مظاہرے ہوئے اور لوگ اپنی بدحالی کا اظہار کرنے پر مجبور ہوئے۔

مظاہروں کی شروعات مشرقی ایرانی شہر مشہد سے ہوئی اور "مہنگے دام نہیں چلیں گے" جیسے نعرے لگائے گئے جو جلد ہی تقریباً 80 دیگر شہروں اور قصبوں میں پھیل گئے اور ہزاروں کی تعداد میں نوجوانوں اور ملازمت پیشہ طبقے نے اس میں شرکت اختیار کی اور وہ افسران کی بدعنوانی، بے روزگاری اور غریبوں و مالداروں کے درمیان مزید بڑھتے دولت کے فاصلے و فرق کو لے کر غصہ و ناراض تھے

2- مظاہروں کی شروعات مشرقی ایرانی شہر مشہد سے ہوئی اور "مہنگے دام نہیں چلیں گے" جیسے نعرے لگائے گئے جو جلد ہی تقریباً 80 دیگر شہروں اور قصبوں میں پھیل گئے اور ہزاروں کی تعداد میں نوجوانوں اور ملازمت پیشہ طبقے نے اس میں شرکت اختیار کی اور وہ افسران کی بدعنوانی، بے روزگاری اور غریبوں و مالداروں کے درمیان مزید بڑھتے دولت کے فاصلے و فرق کو لے کر غصہ و ناراض تھے۔ "یہ مظاہرے تین عوامل کا نتیجہ تھے: آئی ایم ایف کی معاشی سدھار کی سخت پالیسی، معاشی مسائل کے حل میں حکومت اور افسران کی کمزوری و نااہلی اور آخری یہ کہ حکومت کے فیصلوں میں شفافیت نہ ہونا اور احتساب کو روکنا"۔ یہ بات ایران کی شفافیت اور انصاف کے ادارے کے چیئرمین احمد توکلی نے فارس نیوز ایجنسی کو 30 دسمبر 2017 کو ایک انٹرویو میں کہی۔ اس سب کے ساتھ ایران کے ان بیرونی خرچوں کو بھی شامل کر لیا جائے جو وہ لبنان، شام، یمن وغیرہ میں جنگجوؤں اور ان کے حمایتیوں پر خرچ کر رہا ہے۔ ان عوامل نے مل کر معاشی مسئلے کو ایرانیوں کے لئے بھاری بوجھ بنا دیا ہے جس نے ان کو مجبور کر دیا کہ وہ مظاہرے اور دیگر

ذرائع سے اپنے غصے و بے بسی کا اظہار کریں اور حکومت پر الزام لگائیں کہ وہ لوگوں کی جانوں کے ساتھ دھوکہ کر رہی ہے۔ "ایرانیوں کی اکثریت کا ماننا ہے کہ حکومت کو غزہ میں حماس، لبنان میں حزب اللہ، ملک شام میں بشارالاسد کی حکومت اور یمن میں حوثیوں کی مدد کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، بلکہ یہ غداری ہے"(Arabic 21: 01/01/2018)۔ اور یہ سب بتاتا ہے کہ مظاہروں کی شروعات معاشی عوامل کی بناء پر اور بے ساختہ تھی لیکن حکومت نے اس کو تشدد سے دبایا جس کی وجہ سے لوگ زخمی ہوئے اور اموات واقع ہوئیں۔ چند رپورٹوں کے مطابق 28 دسمبر 2017 کو مظاہروں کی شروعات سے لے کر اب تک زیر حراست لئے گئے افراد کی تعداد 1700 سے زائد ہو چکی ہے( BBC Arabic 07/01/2018)۔

3- یہ سب جانتے ہیں کہ معاشی مظاہروں کا علاج کرنے میں اگر تاخیر کی جائے گی جو ان کا صحیح حل مہیا کرے بالخصوص اگر ایسے مظاہروں کے خلاف تشدد کا استعمال کیا جائے تو ان معاشی مظاہروں کو سیاسی مظاہروں میں تبدیل ہوتے ہوئے زیادہ دیر نہیں لگتی ہے اور یہی ہوا۔ حکومت اور اس کی حمایت و طاقت فراہم کرنے والوں کے خلاف دیئے گئے معاشی نعروں کے ساتھ سیاسی نعروں کو بھی ملا دیا گیا اور ایرانی حکومت کا خطے کی جنگوں میں مداخلت کرنے کو تنقید کا نشانہ بنایا گیا جن کے لئے اب تک کئی ارب ڈالر خرچ کیے جا چکے ہیں ۔ ان مظاہروں میں جب حکومت مخالف سیاسی رجحان بڑھنے لگا اور حکومت کی علامات اور اس کے سربراہوں پر جملے کسے جانے لگے تو یورپ اور امریکہ نے ان سیاسی رجحانات سے فائدہ اٹھانا شروع کیا اور یورپی میڈیا بالخصوص BBC برطانوی اور اس کے ٹیلویژن نے ان کی حوصلہ افزائی کی۔ چنانچہ فرانس کے صدر ماکرون نے الحیات نیوز پیپر کو ایران کے واقعات کے متعلق دیئے گئے انٹرویو میں کہا ،جو 4 جنوری 2018 کو شائع ہوا: "مظاہرے ایرانی سول

ان مظاہروں میں جب حکومت مخالف سیاسی رجحان بڑھنے لگا اور حکومت کی علامات اور اس کے سربراہوں پر جملے کسے جانے لگے تو یورپ اور امریکہ نے ان سیاسی رجحانات سے فائدہ اٹھانا شروع کیا اور یورپی میڈیا بالخصوص BBC برطانوی اور اس کے ٹیلویژن نے ان کی حوصلہ افزائی کی

سوسائٹی کا کھلا پن بتاتے ہیں اور اسی وجہ سے میں نے صدر روحانی کو تشدد سے باز رہنے اور شہریوں کو آزادئ اظہار رائے دینے کی یاد دہانی کرائی ۔ ہم انتظار کریں گے اور دیکھیں گے کہ ایران مظاہرین کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہے تاکہ ہم فرانس کے وزیر خارجہ "لے درایان" کے طے شدہ ایران کے دورے اور اس کے بعد میرے دورے کی تیاری کے لئے ان باتوں پر نظر رکھیں"۔ اس نے ایرانی حکومت کے ساتھ پائیدار گفتگو جاری رکھنے کی دعوت دی البتہ یورپ کی مداخلت آج وہ وزن نہیں رکھتی جس پر توجہ دی جائے کیونکہ آج یورپ بمشکل موثر ہے۔

4۔ آج جس پر توجہ دینا ضروری ہے وہ امریکہ کی مداخلت ہے۔ امریکی صدر نے یکم جنوری 2018 کو اپنے ٹویٹر صفحہ پر ٹویٹ کیا کہ "ایران کی عوام بالآخر ظالمانہ حکومت کے خلاف اُٹھ کھڑی ہوئی ہے اور جو سارا مال اوباما نے انہیں بے وقوفانہ طور پر دیا تھا، وہ دہشت گردی کے لیے اور اس حکومت کی جیب میں چلا گیا، لوگوں کے پاس کھانے کو نہیں ہے، مہنگائی بہت ہے اور کوئی انسانی حقوق نہیں ہیں، امریکہ اس پر نظر رکھے ہوئے ہے"۔ وائٹ ہاؤس کی پریس سیکریٹری نے بیان دیا کہ "ٹرمپ انتظامیہ کو اس بات پر شدید تشویش ہے کہ حکومت کی جانب سے ہزاروں مظاہرین کو حراست میں لیا گیا ہے"۔ مزید کہا کہ "ہم خاموش نہیں رہیں گے جس طرح ایرانی ڈکٹیٹر شپ اپنے شہریوں کے بنیادی حقوق کو دبا کر رکھتی ہے اور ان حقوق کی کسی بھی خلاف ورزی پر ایرانی سربراہوں کا حساب لیا جائے گا" Iraq electronic newspaper 10/1/20180)۔

کئی امریکی حکام نے، جن کی سربراہی ٹرمپ کر رہا ہے، پہلے دن سے حکومت کے خلاف مظاہرین کی حمایت کی ہے۔ اقوام متحدہ میں امریکہ کی نمائندہ نکی ہیلی(Nicky Haley) نے جمعہ کے روز سیکیورٹی کونسل کو بتایا کہ امریکہ ایرانی مظاہرین کی حمایت کرتا ہے۔ اُس نے کہا کہ "ایران کے عوام اپنی آزادی، اپنے خاندان کی خوشحالی اور اپنے ملک کی عزت

کی خاطر چیخ رہے ہیں "۔ واشنگٹن کی جانب سے سیکیوریٹی کونسل کا اجلاس بلانے کی دعوت سے کونسل کے دیگر اراکین ناراض ہوئے جن میں روس بھی شامل ہے جن کے نمائندوں نے ایرانی مظاہروں کو ملک کا اندرونی معاملہ قرار دیا ہے ( BBC Arabic 7/1/2018)۔ واشنگٹن کی جانب سے سیکیوریٹی کونسل کا اجلاس بلانا اس بات کا ثبوت ہے کہ امریکہ ایرانی مظاہروں کا فائدہ اٹھارہا ہےاور اتنی جلد اس اجلاس کو بلانے کی دعوت نے سیکیوریٹی کونسل کے اراکین کو تعجب میں ڈال دیا۔ BBC کی صحافی باربرا پیلیٹ کے مطابق: "ہیلی کی جانب سے ہنگامی اجلاس بلایا جانا تاکہ ایران کے مظاہروں پر بات چیت کی جائے پر سیکیوریٹی کونسل کے اراکین حیران تھے اور اس امر نے روس کی طرف سے اجلاس بلائے جانے کی مخالفت پر دباؤ ڈالا"۔ سیکیوریٹی کونسل میں امریکی سفیر نے کہا کہ واشنگٹن "بغیر کسی توقف کے ایران کے ان لوگوں کے ساتھ کھڑا ہے جو اپنے لیے آزادی اور اپنے خاندانوں کے لیے خوشحالی، اور اپنی قوم کی عزت کا خاطر مطالبہ کررہے ہیں" (BBC Arabic) 06/01/2018۔

5۔اس بات سے سوال پیدا ہوتا ہے: کیا امریکہ کی جانب سے مظاہرین کی حمایت یہ بتاتی ہے کہ وہ ایران میں اقتدار کی تبدیلی کی کوشش کررہا ہے یا پھر مظاہروں کا فائدہ اٹھا کر وہ کچھ دیگر مقاصد حاصل کرنا چاہ رہا ہے؟ تو اس کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں:

جہاں تک یہ بات ہے کہ امریکہ کے اقدام ایران میں قیادت کی تبدیلی کی خاطر ہیں، تو یہ بات غلط ہے اور یہ بات خود امریکہ نے واضح کی ہے۔ عراق اور ایران کے لیے امریکی نائب سیکریٹری خارجہ انڈریو بیک (Andrew Beck) نے الحیات نیوز پیپر کو بتایا جو 4 جنوری 2018 کو شائع کیا گیا کہ "ہم صرف مظاہرین کی سلامتی کے متعلق بات کررہے ہیں اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ حکومت مختلف چیزوں پر اپنا رویہ تبدیل کرے بالخصوص مظاہرین کے ساتھ "اور اس بات پر زور دیا کہ "**<u>ٹرمپ انتظامیہ ایرانی حکومت کے رویہ میں تبدیلی چاہتی ہے نہ کہ ایرانی حکومت میں۔۔۔</u>**"(عربی سے ترجمہ)۔ امریکہ اور ایران کے اقتدار میں امریکہ کے کردار کو ہم پہلے سے جانتے ہیں جو ہم نے اس سے پہلے بھی 21 اگست 2013 کو ایک سوال کے جواب میں بیان کیا تھا: "ایران کے انقلاب میں امریکہ کا ہاتھ شروع سے ظاہر تھا۔۔۔اور خطے میں ایران کی جانب سے اٹھائے جانے والے سیاسی اقدامات امریکی منصوبے کے موافق و مطابق رہے ہیں "اور اسی

> **ایران کے انقلاب میں امریکہ کا ہاتھ شروع سے ظاہر تھا۔۔۔اور خطے میں ایران کی جانب سے اٹھائے جانے والے سیاسی اقدامات امریکی منصوبے کے موافق و مطابق رہے ہیں اور خطے میں ایرانی کردار دراصل اچھی طرح پرکھی ہوئی امریکی پالیسی کا عکس ہی ہے اور اس کا کردار امریکی پالیسی اور حالات کے مطابق بڑھتا اور گھٹتا رہتا ہے**

طرح ہم نے 23 فروری کو 2017 ایک سوال کے جواب میں کہا تھا: "اس طرح خطے میں ایرانی کردار دراصل اچھی طرح پرکھی ہوئی امریکی پالیسی کا عکس ہی ہے اور اس کا کردار امریکی پالیسی اور حالات کے مطابق بڑھتا اور گھٹتا رہتا ہے"، چنانچہ امریکہ کی جانب سے مظاہروں کی حمایت کا اعلان موجودہ ایرانی حکومت کی تبدیلی کے لئے نہیں ہے۔

6۔ تو پھر امریکہ کیوں ان مظاہروں کا فائدہ اٹھارہا ہے اور اس کو کس خاطر استعمال کررہا ہے؟ تو یہ دو مقاصد کے لئے اہم ہے:

پہلا مقصد تو فلسطین اور القدس (یروشلم) کے متعلق ٹرمپ کے دیئے گئے بیانات سے دھیان ہٹانے کی خاطر اور خطے کو ایران سے متعلق مصروف و بے چین رکھنے کے لیے تاکہ ایران ہی خطے کے دیگر ممالک کو اپنا سب سے بڑا دشمن نظر آئے اور اس طرح خطے میں سب کی توجہ ایران پر لگی رہے اور یہودی ریاست سے توجہ اگر پوری طرح نہ ہٹے تو کم از کم ہو جائے جو کہ فلسطین کا غاصب ہے۔ دوسرا مقصد یہ کہ خطے میں امریکہ کے ایجنٹوں کو اس دھوکے کے ذریعے بچانا ہے کہ وہ خطے میں ایران کے خطرے کے خلاف کھڑے ہیں اور امریکہ کو ایران کے خطرات سے بچا رہے ہیں۔ جیسا کہ ہم نے 7 دسمبر 2017 کو اپنے پمفلٹ میں بیان کیا تھا کہ ٹرمپ کی جانب سے القدس کے متعلق دیے گئے بیانات اور یہ کہ وہ یہودی ریاست کا دارلحکومت ہے امریکہ کی جانب سے اپنے پٹھوؤں کے منہ پر ایک زور دار تمانچہ تھا، ہم نے کہا تھا:

بقیہ صفحہ 11 پر

## حزب التحریر ولایہ پاکستان کی "امریکا سے اتحاد ختم کرو" مہم

# اسلام کافر جارح امریکہ سے اتحاد کا نہیں بلکہ مسلم علاقوں سے اس کے قبضے کو ختم کرنے کے لیے ریاستی جہاد کا حکم دیتا ہے

**پریس نوٹ**

حزب التحریر ولایہ پاکستان نے ملک بھر میں "امریکہ سے اتحاد ختم کرو" مہم شروع کر رکھی ہے۔ اس مہم کا آغاز ایک پمفلٹ سے ہوا جس کا عنوان ہے "**پاکستانی حکمران بظاہر امریکہ سے اتحاد پر پُرزور ملامتیں بھیج رہے ہیں لیکن اندر ہی اندر خاموشی سے امریکی فوج کو ذلت سے بچانے کے لیے کوشاں ہیں**"۔ اس پمفلٹ کی تقسیم کے ساتھ ساتھ مساجد کے باہر، بازاروں اور عوامی مقامات پر مظاہرے بھی کیے جا رہے ہیں۔

سترہ سال قبل غدار پرویز مشرف نے مسلم ملک افغانستان پر حملے اور قبضہ کرنے کے لیے امریکہ کو پاکستان میں اڈے اور پاکستان کے انٹیلی جنس اداروں کا تعاون فراہم کیا، امریکی افواج کے لیے پاکستان کے زمینی اور فضائی راستے کھول دیے اور جواز یہ دیا کہ ایسا کرنا پاکستان کے مفاد میں ہے کیونکہ امریکہ کی خوشنودی حاصل کر کے پاکستان علاقائی اور عالمی سطح پر اپنے مفادات کا تحفظ کر سکے گا۔ لیکن آج یہ ثابت ہو چکا ہے کہ امریکہ کی اس جنگ کا حصہ بن کر پاکستان نے سیاسی، معاشی، دفاعی اور انسانی جانوں کا عظیم نقصان ہی برداشت کیا ہے اور اس کے بدلے میں امریکہ نے پاکستان کے ازلی دشمن بھارت پر افغانستان کے دروازے کھول دیے ہیں جہاں سے بیٹھ کر وہ پاکستان کے خلاف تخریبی کارروائیاں کر رہا ہے جس کا ثبوت کلبھوشن یادیو کا اعترافی بیان ہے۔

امریکہ کی وعدہ خلافی بلکہ کھلی دشمنی کے بعد ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ پاکستان کی سیاسی و فوجی قیادت امریکہ سے اتحاد ختم کر دیتی، اس کے سفارت کاروں اور سرکاری و غیر سرکاری انٹیلی جنس اہلکاروں کو ملک بدر کرتی، اس کی سپلائی لائن کاٹ دیتی اور خطے سے اس کی زہریلی موجودگی کے خاتمے کے لیے جہاد کا اعلان کر کے پاکستان کی مسلم افواج کو حرکت میں لاتی۔ لیکن پاکستان کی سیاسی و فوجی قیادت الٹا امریکہ کو تمام تر ذلت و رسوائی کے بعد بھی تعاون کا ہی یقین دلا رہی ہے۔ آئی ایس پی آر کے مطابق 7 فروری 2018 کو اسلام آباد میں ہونے والے "208 ویں کور کمانڈرز اجلاس میں شرکاء نے انسداد دہشت گردی کی کوششوں کے ثمرات کو مستحکم کرنے کا عزم کرتے ہوئے واضح کیا کہ خطے کے امن و استحکام کے لئے فریقین سے تعاون میں قومی مفاد ہر صورت مقدم رکھا جائے گا"۔

اب وقت آچکا ہے کہ ذلت و رسوائی کے اس سلسلے کو ختم کیا جائے۔ اگر چند ہزار ہلکے ہتھیاروں سے لیس افغان مجاہدین نے امریکہ کو اس قدر نڈھال کر دیا ہے کہ وہ ان سے مذاکرات کی بھیک مانگ رہا ہے اور ساتھ ہی ساتھ انہیں مذاکرات پر مجبور کرنے کے لیے پاکستان پر دباؤ ڈال رہا ہے کہ وہ اپنی فوج ان کے خلاف استعمال کرے تو پاکستان اور اس کی مسلم افواج کو تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس قدر صلاحیت سے نوازا ہے کہ وہ امریکہ کو اس خطے سے زخمی خارش زدہ کتے کی طرح بھاگنے پر مجبور کر سکتے ہیں۔ اور پاکستان کے لیے ایسا کرنا کچھ مشکل نہیں اگر اسے ایک مخلص قیادت میسر ہو جو اسلام کو مکمل طور پر نافذ کرے اور اسلام کے حکم پر عمل کرتے ہوئے امریکہ سے اتحاد ختم اور جہاد کا اعلان کرے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا، فَمَنِ اعْتَدَىٰ عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدَىٰ عَلَيْكُمْ "جو تمہارے خلاف جارحیت کا ارتکاب کرے تو تم بھی اس پر حملہ کرو جیسا کہ انہوں نے تم پر حملہ کیا" (البقرۃ: 194)۔ اور ایسی مخلص قیادت صرف اور صرف نبوت کے طریقے پر قائم خلافت ہی فراہم کرتی ہے۔ لٰہذا پاکستان کے مسلمانوں کو نبوت کے طریقے پر خلافت کے قیام کی جدوجہد میں حزب التحریر کے شباب کے شانہ بہ شانہ جدوجہد کرنی چاہیے اور رسول اللہ ﷺ کی بشارت کو پورا کرنے والوں کا اعزاز حاصل کرنا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا،

**ثم تكون خلافة علىٰ منهاج النبوة**

"پھر خلافت قائم ہو گی نبوت کے طریقے پر" (احمد)۔

**ولایہ پاکستان میں حزب التحریر کا میڈیا آفس**

جمہوریت
امریکی راج کی محافظ
خلافت
ZAIN ENTERPRISES
PUNJAB TRADERS

DRESSCO
Cloth Store
جامع مسجد سیدنا عمر فاروقؓ
(G-9 مرکز)
مسجد میں داخل ہونے کی دعا
اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِي اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ
خطیب: قاری محمد عمران 0301-5440818

# مسلم دنیا میں اردو بولنے والوں کے لیے

## حزب التحریر کے مرکزی میڈیا آفس کی اردو ویب سائٹ

## www.hizb-ut-tahrir.info/info/urdu.php

حزب التحریر کے مرکزی میڈیا آفس کی ایک اردو ویب سائٹ ہے جس کو www.hizb-ut-tahrir.info کے ذریعے دیکھا جاسکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی امت میں اردو بولنے، لکھنے اور سمجھنے والے کروڑوں مسلمانوں کے لئے یہ اردو ویب سائٹ معلومات حاصل کرنے کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ اس ویب سائٹ پر پوری مسلم دنیا میں خلافت کے قیام کے لیے کام کرنے والی جماعت حزب التحریر کی انڈونیشیا سے لے کر مراکش تک مختلف ولایات کی جانب سے جاری کی گئیں پریس ریلیز زاور لیفلٹ دیکھے جاسکتے ہیں۔اس کے علاوہ اس ویب سائٹ پر مسلم دنیا میں حزب التحریر کی خلافت کے قیام کی زبردست جدوجہد کے حوالے سے تحریریں، تصاویر، آڈیوز اور ویڈیوز بھی دیکھی جاسکتی ہیں۔اس کے ساتھ ساتھ اس ویب سائٹ کے ذریعے حزب التحریر کے امیر، مشہور رہنما اور فقیہ، شیخ عطا بن خلیل ابوالرشتہ سے سوالات بھی پوچھے جاسکتے ہیں۔

یقیناً اردو زبان کی موجودگی خلافت کا تحفہ ہے کیونکہ یہ زبان ریاستِ خلافت کی مسلم افواج کی فوجی چھاؤنیوں میں وجود میں آئی تھی جن میں ترکی، فارس، عرب اور برِصغیر پاک و ہند سے تعلق رکھنے والے مسلمان موجود ہوتے تھے۔ درحقیقت لفظ اردو ترک زبان کا لفظ ہے جس کے معنی "لشکر" کے ہیں۔ آج کے دن تک اردو کا رسم الخط، اس کے الفاظ اور طرزِ تحریر قرآن اور خلافت کی سرکاری زبان عربی پر بے حد انحصار کرتی ہے۔

حزب التحریر ولایہ پاکستان اردو زبان استعمال کرنے والے صحافیوں، میڈیا اور سوشل میڈیا کو اس بات کی دعوت دیتی ہے کہ وہ حزب التحریر کی جدوجہد اور کام سے مسلسل آگاہی کے لیے اس بہترین ویب سائٹ کو استعمال کریں۔

ولایہ پاکستان میں حزب التحریر کا میڈیا آفس